بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جامع گفتگو

اداریہ

مدیر اعلیٰ کے قلم سے

مجلّہ جامع العلوم کا تازہ شمارہ مؤقر قارئین کرام کے پیش خدمت ہے،اس شمارہ میں جیسا کہ فہرست کی حسن ترتیب ہی سے واضح ہے کہ حتی المقدور عمل کے لئے ترغیبی حیثیت والے عناوین ومضامین کوجگہ دی گئی ہے اور یہ بات بھی اظہر من الشّمس ہے کہ جامع مسجد کا پیغام روزِ اول ہی سے تعمیری اور اصلاحی ہوا کرتا ہے، ہر جمعہ اگلے جمعہ تک کہ لائحہ عمل اور ہر مجلّہ اگلے مجلّہ تک کے لئے نظام العمل پیش کرتا ہے۔

زیر نظر مجلّہ موسم کی مناسبت سے حج اور مقاماتِ حج کی فضیلت وترغیب پر مشتمل ہے اور ساتھ ہی ساتھ چند امور جن کی طرح توجہ مبذول کرانا ضروری ہے پورے اختصار

کے ساتھ عرض ہے۔

حج :حج اسلام کے ارکان خمسہ میں سے ایک اہم بلکہ تکمیلی رکن ہے جسے رب کائنات نے ہر ذی استطاعت پر ضروری قرار دیا ہے’’ولله على الناس حج البيت من استطاع اليه سبيلا ‘‘۔اور کعبہ کی تعمیر کا مقصد ہی یہ ہے کہ اس کی زیارت کروائی جائے جیسا کہ سرکاری عمارت بطور یادگار ہوتے ہیں، اسی لئے تعمیر کعبہ کی تکمیل کے فوری بعد معمارِ بیت اللہ حضرت ابراہیم خلیل اللہؑ کے ذریعہ اعلان کروایا گیا کہ’’ واذن فى الناس بالحج ياتوك ‘‘۔اسی وقت سے کعبہ کے پروانوں کا دیوانہ وار مستانہ وار کعبہ کے گرد جمع ہونے کا سلسلہ شروع ہو چکا ہے اور یہ اس وقت تک جاری رہے گا جب تک دنیا جاری گی انشاء اللہ۔ بلکہ کعبہ کی محبت اور اس کی زیارت وطواف کے عمل کو اللہ نے دنیا کے وجود اور بقاء کا ذریعہ بھی بنادیا’’ واذجعلنا البيت مثابة للناس وامنا ،جعل الله الكعبة الحرام قياما للناس وامنا ‘‘۔

بہر کیف امسال بھی حجاج کرام اسی شوق جذبہ وتڑپ کو لے کر ایک بڑی تعداد میں بارگاہ خداوندی میں پہونچے ہیں ان پر اعمال حج کی صحت کا لحاظ جس قدر ضروری ہے یہاں رہ جانے والوں کے لئے ان کی جسمانی صحت کی دعائیں بھی ضروری ہیں، کیونکہ وہ حاجی تنہا نہیں گئے بلکہ قاصد اور وفد ہم سب کے ہیں، اللہ تعالیٰ ان تمام کے حج کو حجِ مقبول بنائے اور اس کی برکت سے پورے عالم میں امن وامان اور اسلام کی سربلندی کے فیصلہ فرمائے۔امین

قربانی: حجاج کی ادائیں اللہ کو بہت محبوب ہیں اور وہ ساری ادائیں اللہ کے خلیل حضرت ابراہیمؑ کے گھرانے کی عشق الٰہی میں ڈوب کر کئے گئے اعمال کی یادگار ہیں اور ان میں بھی جو اہم عمل جس پر عقل انسانی محو ہے حیرت زدہ ہے وہ اپنے لخت جگر حضرت اسماعیلؑ کی فداکارانہ قربانی اور نذرانۂ عقیدت ہے باپ اور بیٹے نے جو دلیلِ محبت اور فداکارانہ جذبہ ظاہر کیا وہ یقیناً بے مثال بے نظیر ہے، اور یہی محبت وعقیدت عند اللہ مطلوب بھی ہے، اسی لئے پروردگار نے اس عظیم عبادت کی یادگار قربانی کو ہر ذی استطاعت بندۂ مؤمن سے چاہا ہے اور مطالبہ کیا ہے۔

لہذا ہر مؤمن بندہ کو چاہیئے کہ بوقت قربانی یہ تصور کرے کہ محض یہ جانور کی قربانی مطلوب نہیں بلکہ میرا رب مجھ سے میری محبوب متاع کی قربانی چاہتا ہے اگر مطالبہ ہوا تو مجھے اس کے لئے بھی تیار ہو جانا ہے اور یہ ثابت کرنا ہے کہ اللہ کی محبت سے بڑھ کر دنیا کی کوئی محبت نہیں ہوسکتی اس کی محبت پر ہر شئی کی قربانی آسان ہے۔

سال کا اختتام: جاری ماہ اسلامی کیلنڈر کے مطابق سال کا آخری مہنیہ ذی الحجہ ہے اور نام ہی سے ظاہر ہے کہ یہ حج کے اعمال وارکان کا مہینہ ہے، اس میں حضرت ابراہیمؑ کے جوشِ ایمانی اور آپ کی قربانیوں کی یاد تازہ ہوتی ہے، ساتھ ساتھ یہ بات بھی قابل غور ہے کہ یہ ماہ جب سال کا آخری ماہ ہے تو ہمیں احتساب کی بھی دعوت دیتا ہے، ہر تاجر، ملازم کے لئے مالیاتی سال متعین ہے جس کے اختتام پر وہ پورے سال کا احتساب کرتا ہے اور بندۂ مؤمن کو ماہ ذی الحجہ اسی احتساب کی دعوت دیتا ہے کہ سال

آیا اور ختم بھی ہوگیا، پورے سال میں ہم نے کیا پایا اور کیا کھویا، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ”حاسبوا قبل ان تحاسبوا“ تم اپنا محاسبہ کرلو اس سے پہلے کہ تمہارا حساب وکتاب کیا جائے۔

عملی سال کا اختتام ہمیں غور وفکر کرنے کی دعوت دیتا ہے اور وقت کے بڑی سرعت کے ساتھ گذر جانے کا احساس دلاتا ہے ہمیں وقت کی اہمیت کا اندازہ کرتے ہوئے اعمال کا احتساب کرنے کی ضرورت ہے۔

غافل تجھ گھریال دیتا ہے منادی   ہر لمحہ نے تیرے عمر کی اک آن گھٹادی

شاعر اسی کو دوسرے الفاظ میں یوں سمجھایا .... گیا وقت بھر ہاتھ آتا نہیں، اس ایک شعر اور مصرعہ سے یہ بات بھی واضح ہوگئی ہے کہ وقت گذرنے پر آدمی بڑا نہیں بلکہ چھوٹا ہوجاتا ہے، جس طرح موم بتی جلتے جلتے چھوٹی ہوتی ہے بڑی نہیں، اسی سے لوگوں کے جنم دن کا جشن اتنے سالوں کے ہوگئے کا قول بھی باطل اور لغو ہونا معلوم ہوگیا۔

نیا سال: اس مہینے کے اختتام پر آنے والا مہینہ محرم الحرام ہے جو کہ اسلامی سال کا پہلا مہینہ ہے اسی سے اسلامی تاریخ اور کینلڈر کی ابتداء ہوتی ہے لہذا پورے عزم وجزم کے ساتھ پوری خندہ پیشانی اور آمادگی کے ساتھ عمل کے لئے نئے نظامِ عمل اور دستور کے ساتھ سابقہ غلطیوں اور ٹھوکروں کے استحضار کے ساتھ پچھلی کوتاہی سے سبق حاصل کرتے ہوئے نئے سال کا استقبال ہو۔ علی الخصوص نئی نسلوں کو اپنی تہذیب وتمدن سے واقف کراتے ہوئے اپنے دین وایمان سے وابستگی پیدا کرائیں۔ یہ کیا

ضروری ہے کہ قمری تاریخ اسلامی سال کا لحاظ صرف مدارس اور مساجد والے ہی کریں ،اس تاریخ کیلنڈر کے ساتھ پوری اسلامی تاریخ وابستہ ہے اسی کے ماہ وسال میں خیر القرون سے آج تک کی قربانیوں کی داستانیں پنہاں ہیں مگر افسوس کہ جو چیز قوم مسلم کی رگوں میں دورنی چاہیئے تھی وہ اب صرف کلینڈر کے صفحات پر صرف مساجد اور مدارس کی دیواروں کی زینت ہے۔ **فالی اللہ المشتکی واللہ المستعان .**

عیدالاضحیٰ کی پرخلوص مبارکباد

جامع العلوم وجامع مسجد مسلم چاریٹیبل فنڈ ٹرسٹ کی جانب سے برادران اسلام کی خدمت میں عیدالاضحیٰ کی مبارکباد پیش ہے اور اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مسلمانوں کی مصیبتوں اور پریشانیوں کو دور فرمائے اور ساری انسانیت کے لئے سکون کا باعث بنائے۔آمین (ادارہ)

حجاج کرام کا سرمایہ کیا ہے

سچی طلب اور اخلاص

واتموا الحج والعمرۃ للہ، حج وعمرہ اللہ کی رضا کے لئے پورا کرو۔

یہی حسرت رہ گئی پہلے سے حج کرنا نہ سیکھا تھا　　کفن بردوش جا پہونچے مگر مرنا نہ سیکھا تھا

یہ دیوانے کچھ ہوشیار اگر پہلے سے ہوجاتے　　حرم میں بن کے محرم صاحبِ اسرار ہو جاتے

حضرت سیدنا ابراہیمؑ نے جب بیت اللہ کو بنالیا تو رب کعبہ کی طرف سے حکم ہوا کہ واذن فی الناس بالحج یعنی اے میرے خلیل آپ لوگوں کو حج کی دعوت دیجئے اعلان فرمایئے حضرت ابراہیم علیہ السلام حیران ہوئے اور فرمایا کہ یا اللہ! میری کون سنے گا یہاں تو کوئی نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے خلیل آواز لگانا آپ کا کام ہے اس کو آنے والی نسلوں اور روحوں تک پہونچانا میرا کام چنانچہ حضرت ابراہیمؑ نے لوگوں کو حج کی دعوت دی اور اعلان فرمایا تو تمام روحوں نے اسے سنا اور جتنی روحوں نے جتنی مرتبہ لبیک کہا وہ اتنی مرتبہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور اس کے فضل بیت اللہ کی زیارت کو جائیں گے کسی نے ایک دفعہ کہا تو ایک دفعہ اور کسی نے زیادہ تو زیادہ مرتبہ حج وعمرہ کی سعادت نصیب ہوگی اور جنہوں نے لبیک لبیک ہی کہتے رہے ہوں گے وہ زندگی میں نہ جانے کتنے حج اور عمرہ کئے ہوں گے۔ شرط یہ ہے کہ تڑپ ہو اور طلبِ صادق ہو محبت جب خالص ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ دربارِ محبت میں خود ہی طلب فرمالیتے

ہیں اور آنے کا راستہ نکال دیتے ہیں۔

اگر ہیں آپ مخلص اپنے اقرار محبت میں　　طلب خود کر لئے جائیں گے دربارِ محبت میں

رضاءِ الٰہی مقصود ہو

ہر بندہ کا اللہ رب العزت کے ساتھ محبت کا تعلق ہے، جس نے بھی کلمہ پڑھا اس کو اللہ تعالیٰ سے محبت ضرور ہے، کسی کو کم کسی کو زیادہ، لیکن جو کامل مؤمن ہوتے ہیں ان کی پہچان یہ ہے کہ ''وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِلّٰہِ ''یعنی ایمان والوں کی محبت اللہ تعالیٰ سے شدید ہوتی ہے ایمان والے اللہ سے ٹوٹ کے پیار کرتے ہیں اور جب محبت سے کوئی کام کیا جائے تو پھر اس کام کے کرنے میں انسان کو لطف اور مزا آتا ہے۔

حج اور عمرہ کے بارے میں بھی قرآن کریم نے فرمایا''واتمو الحج والعمرة للہ ''یعنی حج اور عمرہ اللہ کی رضا کے لئے پورا کرو اصل مقصد دل میں یہ ہو میرا اللہ مجھ سے راضی ہو جائے جب تک ہم اس سفر میں اللہ تعالیٰ پر یہ ظاہر نہ کر دیں کہ اے اللہ تعالیٰ ہمیں کائنات کی ہر چیز سے زیادہ آپ کے ساتھ محبت ہے' اٹھنے میں' بیٹھنے میں ' چلنے میں' پھرنے میں' غرض ہر عمل میں' ہر سانس میں اللہ تعالیٰ کی محبت لپٹی ہوئی ہو۔

تلبیہ کا مقصد: اللہ تعالیٰ نے حالت احرام میں تلبیہ پڑھنے کا حکم دیا' لبیك الھم لبیك' حاضر ہوں تیرے سامنے میرے اللہ میں حاضر ہوں۔

''لبیك لا شریك لك لبیك'' حاضر ہوں تیرے ساتھ کوئی شریک نہیں، ان الحمد والنعمة لك والملك'' سب تعریفیں' سب رحمتیں اور ساری حکومت آپ ہی

مجلہ جامع العلوم

کی ہیں، تو میں حاضر ہوں کا مطلب یہی ہے کہ میں نے ہر وہ چیز جو مجھے اللہ سے غافل کر دے اپنی طرف متوجہ کرتی ہے میں ان سب کو ترک کر کے آپ کے دربار عالی میں حاضر ہوں، یہ تلبیہ دراصل اس کا اقرار ہے یہ ترانہ محبت ہے ترانۂ عشق الٰہی ہے۔

تلبیہ کیسے پڑھنا چاہیئے: رسول اللہ ﷺ نے ۱۰ھ کو حج فرمایا اور آپ ؐ کے ساتھ صحابہ کرامؓ کی ایک بڑی تعداد جو ایک لاکھ سے زائد تھی حج میں ساتھ تھے تو حدیث میں ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور نبی کریمؐ کی خدمت میں عرض کیا اے اللہ کے رسول اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اپنے پیارے صحابہؓ کہیئے کہ ''تلبیہ کو اونچی آواز میں پڑھیں'' اب صحابہ کرامؓ کی حالت یہ ہوگئی تھی صحابہ خود فرماتے ہیں کہ ہم تلبیہ اتنا پڑھتے تھے کہ پڑھ پڑھ کر ہمارے حلق خشک ہو جاتے تھے خود نبی ﷺ نے بھی اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے ایک صحابیؓ رسول اللہ ﷺ سے سوال فرمایا کہ حاجی کی شان کیا ہونا چاہیئے ؟ حضور ﷺ نے فرمایا بکھرے بالوں والا کچیلا' پھر دوسرے صحابہؓ نے سوال کیا حج کونسا افضل ہے حضور ﷺ نے فرمایا جس میں خوب لبیک کے ساتھ چلانا ہو اور قربانی کا خوب خون بہانا ہو، تلبیہ حج کا شعار ہے اللہ تعالیٰ سے محبت کا بڑا بہترین ذریعہ ہے کہ حاجی تلبیہ با آواز بلند پڑھے پڑھتا چلا جائے کہ اللہ ہمارا رب اور منعم حقیقی ہے اور جمال وکمال کے جتنے محاسن ہو سکتے ہیں وہ تمام سے متصف ہے۔ اللہ سے محبت حقیقی کے اظہار کا سب سے اعلیٰ موقعہ حج بیت اللہ کا موقعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ سے محبت اور اس کی رضا کی خاطر سفر حج شروع ہوتا ہے تو آغاز ہی سے

اس کے مظاہر شروع ہو جاتے ہیں کہ ابتداء ہی سے سب تعلقات ختم کر کے عزیز واقارب کو گھر بار کو چھوڑ کر رب کے حضور ُبیت اللہُ کی رواں دواں ہوتا ہے۔

گویا زبانِ حال سے حاجی یوں کہتا جاتا ہے ’’اجازت ہو تو آ کر میں بھی شامل ہوجاؤں، سنا ہے کہ کل تیرے در پر ہجوم عاشقاں ہوگا حج کا سفر اس کے لئے بہانہ بنا دیا

مؤمن کا اظہار عشق کا جذبہ

بزرگوں نے فرمایا کہ مؤمن کا عشق اظہار چاہتا تھا اب اس کا اظہار کیسے کریں؟ اللہ تو وہ ذات ہے کہ جس کا کسی ایک سمت کی طرف بھی تعین نہیں کر سکتے قرآن مجید میں ہے ُاینما تولوا فثمّ وجه الله ُیعنی جس طرف رُخ کرو اُدھر اللہ ہی اللہ ہے تو ہم کیا کریں؟ اگر کوئی سمت متعین نہ کی جاتی اور پھر اوپر سے عبادت کا حکم بھی دیا جاتا تو شاید یہ انسان پاگل ہو جاتا کہ میں کس طرف رخ کروں کوئی مشرق کی طرف منہ کر کے ‘کوئی شمال کی طرف‘ کوئی جنوب کی طرف منہ کر لیتا ہے اس میں نہ اجتماعیت ہوتی ہے اور نہ سب کسی ایک بات پر اکھٹے ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ نے انسانوں پر احسان فرمایا کہ یہ میرا گھر ہے۔ قرآن مجید میں ہے ’’وطهر بيتى لطائفين والعاكفين والركع السجود‘‘ اور میرے گھر کو پاک کرو بتوں اور نجاستوں سے تاکہ یہاں نماز پڑھنے والے پڑھیں اعتکاف کرنے والے کریں اور رکوع اور سجود میں آسانی ہو۔ چنانچہ جب انسان اپنے محبوب کو دیکھ نہیں سکتا تو پھر دوسری بات یہ ہوتی ہے کہ اس کے آثار کو دیکھتا اس کے نشانیوں کو اور متعلقہ چیزوں کو دیکھ کر اس کا طواف کر کے‘ اسے

چھو کر‘ اس سے لپٹ کر‘ یا حجر اسود کو بوسہ دے کر‘ اس طرح حطیم کے اندر نماز و دعا کر کے اور خاص کر ملتزم سے چمٹ کر بچوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کے رو کر روحانی سکون حاصل کرتا ہے چنانچہ

کعبہ پر نظر پڑی تو تمنا پوری ہوگئی

جب کعبۃ اللہ پر نظر پڑتی ہے تو ایک عجیب روحانی سکون اور ایک باطنی لذت کا احساس ہوتا ہے اس کو بنانے والے خلیل اللہ، اس کو آباد کرنے والے اور بتوں سے پاک کرنے والے حبیب اللہ یعنی محمد الرسول اللہ ﷺ اور اس کی حفاظت کرنے والے خود اللہ رب العالمین، رب البیت العتیق ہیں۔ دنیا میں بڑے بڑے محل بنے اور ویران بھی ہو گئے بڑی بڑی پُر شکوہ کوٹھیاں بنی اور پھر کھنڈروں میں تبدیل ہوگئی لیکن یہ اللہ کا گھر اتنا سادہ بنوایا کہ آج بھی اپنی جگہ موجود ہے قیامت تک محفوظ رہے گا ایسا ہے کہ اس کے لئے نبی ؐ آنسو بھری آنکھوں سے آسمان کی طرف سر اٹھا کر دیکھتے ہیں اور دل میں یہ تمنا ہوتی تھی کہ اے اللہ اس جگہ کو اس گھر کو قبلہ بنا دیجئے اللہ تعالیٰ نے بھی اپنے نبی کی خواہش کو رد نہیں فرمایا بلکہ بیت المقدس کو قبلہ منسوخ فرمایا قیامت تک کے لئے کعبۃ اللہ قبلۂ عالم بنا دیا اس بیت اللہ کو پہونچتے ہی دل سے آواز یہی نکلتی ہے کہ

ڈھونتے ڈھونتے جا پہونچے ہم اس کے گھر تک — دلِ گم گشتہ مرے حق میں تو رہبر نکلا
جذب دل نے آج کوئے یار میں پہونچا دیا — جیتے جی میں گلشنِ جنت میں داخل ہو گیا

تجلیات کعبہ میں کھو کر دعا نہ بھولیں

کعبۃ اللہ پر پہلی نظر پڑھتی ہے تو اس وقت مانگی جانی والی دعا رد نہیں ہوتی پہلی نظر کی بڑی اہمیت ہے علماء نے تفصیل لکھی ہے کہ پہلی نظر سے مراد کیا ہے؟ مؤمن کو چاہئے کہ جب حج یا عمرہ کو جائے تو بیت اللہ شریف کی طرف جائے تو نظر جھکا کر رکھیں اور جب قریب پہونچ جائیں تو اونچائی پر کھڑیں اور اپنے آپ کو سنبھالے اور کعبۃ اللہ پر نظر ڈالنے کی سعادت حاصل کریں اور پلک جھپکنے نہ دیں۔ اور خاص دعا جو مانگنا چاہتا ہے وہ مانگ لیں کیا مانگیں؟

حضرت امام ابوحنیفہؒ کی بتائی ہوئی دعا

کسی نے امام اعظمؒ سے پوچھا کہ حضرت دعائیں تو بہت ہیں اور نظر ایک اور مختصر تو کیا مانگیں؟ تو امام اعظم نے فرمایا کہ تم پہلی نظر میں یہ دعا مانگو، اے اللہ مجھے مستجاب الدعوات بنادے مطلب یہ کہ اے اللہ آج کے بعد میں جتنی بھی دعائیں زندگی میں مانگوں گا میری تمام دعائیں قبول کرلینا، یہ بڑی نکتہ کی بات ہے اس کا مطلب یہ نہیں کہ پہلی نظر کے بعد دعا مانگنا ختم کردیں بلکہ اس کے بعد بھی مانگتے رہیں ایک ہی مجلس میں جتنی دعائیں قبول کی جائیں گی وہ تمام قبول ہوجائیں گی یہ اللہ تعالیٰ سے امید رکھیں۔

حجر اسود سے طواف شروع ہوتا ہے

حجر اسود اللہ تعالیٰ کی طرف سے امت کے لئے بہت بڑا تحفہ ہے امتِ محمدیہ کے لئے آسمان سے اتارا گیا اور اس کو بیت اللہ کے کونے پر لگوادیا اللہ کے رسول اللہ ﷺ

نے اس کو بوسہ دیا ہے اسی بوسۂ رسول سے اس پتھر کو ’نسبت‘ مل گئی وہ نور علی نور ہوگیا آج پوری امت اس بوسۂ رسول کو یاد کر کے اسے بوسہ دینے تڑپتی ہے حضرت عمرؓ بھی اس کو بوسہ دیتے یوں فرماتے شاعر نے حضرت عمر کے قول کو یوں کہا ہے،

تیرے بوسے کو ہم دیتے ہیں بوسہ حجر اسود پر   وگرنہ کام کیا تھا ہم مسلمانوں کو پتھر سے

اس لئے فرض نمازوں کے علاوہ کسی بھی وقت حجر اسود آپ کو سال کے ۳۶۰ تین سو ساٹھ دنوں میں ’رات میں دن کبھی خالی نہ ملے گیا‘ یہ ’نسبت بوسہ رسول کا فیض ہے‘‘۔

عظمتِ حجر اسود

حدیث میں ہے کہ یہ حجر اسود دنیا میں اللہ تعالیٰ کا داہنا ہاتھ ہے اور اس پر محدثین کرام نے لکھا ہے کہ جس شخص کو نبی کریم ﷺ کا زمانہ نہ مل سکا وہ آکر بیت اللہ کے اس پتھر کو یعنی حجر اسود کو بوسہ دے دیا تو اس کو اللہ تعالیٰ سے اور نبی اکرمؐ کے ہاتھوں پر بیعت کرنے کی سعادت حاصل ہوگئی یہ اتنا بڑا عمل ہے کہ جس نے نبی اکرم ﷺ کا زمانہ نہیں پایا اور اس نے حجر اسود کو بوسہ دیا‘ یا چھولیا اس نے گویا اللہ رب العزت اور حضور اکرم ﷺ دونوں کے ہاتھ بیعت کرلی۔

حدیث میں ہے حضور اکرم ﷺ قسم کھا کر ارشاد فرماتے ہیں کہ حجر اسود کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ایسی حالت میں اٹھائیں گے کہ اس کے دونوں آنکھیں ہوں گی جن سے وہ دیکھے گا اور زبان ہوگی جس سے وہ بولے گا اور گواہی دے گا اس شخص کے حق میں جس نے اس کو حق کے ساتھ بوسہ دیا ہو۔ حق کے ساتھ بوسہ دینے کا مطلب ایمان

اور تصدیق کے ساتھ بوسہ دیا ہو جس کے لئے رسول اللہ ﷺ دعا سکھائی ہے بوسہ دیتے وقت یہ دعا پڑھے ”الھم ایمانالك وتصدیقاً بکتا بك ووفاءً بعھدك “ اے اللہ میں بوسہ دیتا ہوں تجھ پر ایمان لاتے ہوئے اور تیری کتاب کی تصدیق کرتے ہوئے اور تیرے عہد کو پورا کرتے ہوئے۔

ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حجر اسود جب جنت سے اتارا گیا تو وہ دودھ سے زیادہ سفید تھا لوگوں کی خطاؤں نے اس کو کالا کر دیا۔

غرض حجر اسود یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ دونوں سے متعلق ہے اور حاجیوں کے لئے اس میں بڑی کشش ہے، پھر بھی خیال رکھنا چاہئے کہ ہماری طرف سے کسی مسلمان کو ایذاء نہ پہونچے اس لئے کہ حجر اسود کا بوسہ سنت ہے اور ایذاء مسلم حرام ہے۔

طوافِ کعبہ

پھر طوافِ کعبہ کا موقعہ ہے یہ ایک فطری عمل ہے چنانچہ کہیں شمع جلائیں تو آپ دیکھیں گے کہ پروانے اس کے اطراف آکر گھومنا شروع کر دیتے ہیں اور پھر آخر جان بھی دے دیتے ہیں یہ سب سے اہم عبادت ہے اللہ تعالیٰ کی ایک سو بیس تجلیات طواف کرنے والوں پر نازل ہوتی ہیں جو عرش الٰہی کے نیچے کے خزانے میں موجود ہوتی ہیں ان میں ساٹھ تجلیات طواف کرنے والوں پر نازل ہوتی ہیں اور یہ طواف ایسی عبادت ہے جو دنیا میں اور کہیں ممکن نہیں ہے۔

مرد عورت کا طراف ایک ساتھ کیوں؟

طواف میں مرد و عورت دونوں کو ساتھ ساتھ طواف کرنیکی اجازت ہے حالانکہ اسلام کی نظر میں اختلاط مرد و زن پسندیدہ نہیں، بزرگوں نے اس کی عجیب حکمت یہ بیان کی ہے کہ اس جگہ کو اللہ نے حرم بنایا اور حرم کی وجہ سے اس کی اتنی عزت بڑھائی کہ باہر تم گناہ جب تک کر نہ لو تب تک سزا نہیں دیں گے مگر حدودِ حرم میں تم گناہ کا دل میں بھی ارادہ کرو گے تو بھی ہم تمہیں سزا دیں گے ایک تو پابندی سخت کر دی۔ دوسری بات یہ کہ اصل میں اللہ تعالیٰ یہ چاہتے ہیں کہ مرد بھی ہیں اور عورتیں بھی ہیں میرے گھر کا طواف کرنے کے لئے آئے ہیں تو اب یہ میری محبت میں اتنا ڈوب کر طواف کریں کہ ان کو ایک دوسرے کی طرف دھیان ہی نہ رہے چنانچہ شاعر نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے،

رُخِ زیبا کے آگے شمع رکھ کر وہ یہ کہتے ہیں اِدھر آتا ہے یا دیکھیں اُدھر جاتا ہے پروانہ

یہاں بھی یہی معاملہ ہے اللہ تعالیٰ آزماتے ہیں اور جب مرد اپنی مردانگی کو بھول کر اور عورتیں اپنی نسوانیت کو بھول کر صرف اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں یا اللہ یا اللہ یا رب البیت کہتے طواف میں مشغول ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ فرشتوں کو یہ منظر بتاتے ہیں دیکھو میرے بندوں کو کیسے تڑپ تڑپ کر مانگ رہے ہیں تم تو کہتے تھے کہ یہ زمین میں جا کر فساد مچائیں گے خون بہائیں گے یہ میرے بندے میرے عشاق ہیں کا مجمع ہے ایک دوسرے کی محبت بعد کی بات ہے اصل محبت میری تھی جو دلوں پر غالب ہے اور

یہاں آ کر اس کا اظہار ہو گیا اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو فخریہ طور پر بتاتے ہیں۔ فرشتوں کو دکھانا تھا بشر ایسے بھی ہوتے ہیں

طواف کس کا ہے؟

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ طواف کر رہا تھا ایک نوجوان لڑکی کو دیکھا جو طواف کر رہی تھی مگر اشعار اونچی آواز میں پڑھے جا رہی تھی وہ اشعار بھی عاشقانہ تھے جیسے کوئی محبّ اپنے محبوب کو یاد کر کے ترس رہا ہو تڑپ رہا ہو وہ چونکہ جوان تھی ایسے الفاظ اس کی زبان سے سن کر مجھے محسوس ہوا کہ اس کو اونچے آواز میں نہیں پڑھنا چاہئے تو میں نے اس لڑکی کو ٹوکا' تو چونکہ جوان ہے ایسے اشعار نہ پڑھ وہ بھی اونچی آواز سے پڑھنا نامناسب ہے اس پر اس نے سوال کیا کہ حسن بصریؒ یہ بتاؤ کہ اس گھر کا طواف کر رہے ہو یا گھر والے کی تجلیات کا طواف کر رہے ہو میں نے اسے کہہ دیا کہ میں تو اس گھر کا طواف کر رہا ہوں جب میں نے یہ کہہ دیا کہا تو وہ مسکرائی اور کہنے لگی کہ اے حسن بصری جن کے دل پتھر کے ہوتے ہیں وہ پتھر کا طواف کرتے ہیں اور جن کے دل زندہ ہوتے ہیں وہ اس گھر کی تجلیات کا طواف کرتے ہیں یہ ایسے ہی ہے کہ کہا گیا کہ دیکھنے میں ہم اللہ کے گھر کا طواف کرتے ہیں لیکن حقیقت میں تو گھر والے کی محبت کھینچ لاتی ہے مجنون نے کہا تھا،

اطوف علیٰ جدار دیار لیلیٰ　　　اقبل ذالجدار و ذالجدار

یعنی لیلیٰ کی گلیوں کا طواف کرتا ہوں۔ کبھی اس دیوار کو بوسہ دیتا ہوں کبھی اس دیوار

کو بوسہ دیتا ہوں لیکن،

وما حب الدیار شغفن قلبی　　　ولکن حب من سکن الدیار

اس گھر کی محبت نے میرے دل کو نہیں کھینچا ہے لیکن جو اس گھر میں رہنے والا ہے میرے دل کو بے خود کر دیا ہے۔

تو اصل یہ ہے کہ ”فلیعبدوا رب هذالبیت “اس گھر کے رب کی عبادت کرو اس گھر کی عبادت کے لئے یہاں پہونچے ہیں وہی ہمارا مقصود اصلی ہے۔

چنانچہ جب حرم میں بیٹھے ہوں تو کعبۃ اللہ کو دیکھنا عبادت ہے دنیا میں ایسا گھر نہیں جسے دیکھنا عبادت ہو اس پر خصوصی تجلیات دیکھنے والے کو حاصل ہوتی ہیں اور دیکھنے والے کو کبھی سیری بھی نہیں ہوتی لیکن جب کعبۃ اللہ کا طواف شروع کرتے ہیں تو اب کعبۃ اللہ دیکھنا نہیں چاہئے بلکہ رب کعبہ کی طرف پوری طرح توجہ ہونی چاہئے اس سے لَو لگایئے اس سے مانگئے اس سے بات کیجئے یہی ہے مقصود اصل کا مطلب کہ وہ راضی ہو جائے اور اس کی محبت مل جائے۔

عاشقوں کے چمٹنے کی جگہ

عشق و وارفتگی کو اس وقت بہت زیادہ سکون حاصل ہوگا جب وہ محبوب کے آستانے سے چمٹ جائے اس کے علاوہ کوئی چارہ بھی نہیں جی ہاں ملتزم جو حجر اسود سے لے کر کعبہ شریف کے دروازہ تک کا حصہ کہلاتا ہے وہ اتنی مبارک اور قبولیت دعا کی جگہ ہے جہاں خود رسول اللہ ﷺ کھلا سینے لے کر چمٹ گئے تھے اور اپنے دونوں ہاتھوں کو کعبۃ اللہ کے دروازہ کی چوکھٹ پر رکھ لیا اور بلک بلک کر روئے بس اللہ اللہ اس جگہ کی عظمت کے کیا کہنے۔ حضرت ابن عباسؓ

کی روایت ہے کہ ملتزم ایسی جگہ ہے جہاں دعا قبول ہوتی ہے کسی بندہ نے وہاں ایسی دعا نہیں کی جو قبول نہ ہوئی ہو، دراصل ملتزم کے معنی ہی ہیں ''چمٹنے کی جگہ'' حضرت ابن عباسؓ سے نقل کیا گیا ہے کہ انہوں نے اس جگہ کھڑے ہو کر اپنے سینہ اور چہرہ کو دیوار سے چمٹا دیا اور دونوں ہاتھوں کو دیوار پر پھیلا دیا اور کہا کہ میں نے اس طرح حضور اقدس ﷺ کو کرتے دیکھا ہے۔

دلِ نیاز لے کر جائیں

حضرت ابراھیم بن ادھمؒ وہ شخصیت ہیں جو بلخ نامی شہر سے عمرہ کے لئے نکلے تو اپنے سفر میں ہر قدم پر دو رکعت نفل پڑھتے اور آگے بڑھتے گئے اس طرح ڈھائی سال کے عرصہ میں وہ کعبۃ اللہ پہونچے طواف کیا اور طواف کے بعد مقام ابراھیم کے پاس آکر دو رکعت نماز پڑھی اور دعا مانگی کہ اے اللہ! لوگ پاؤں سے چل کر تیرے گھر کی طرف آتے ہیں میں تو پلکوں کے بل چل کر تیرے گھر کی طرف آیا ہوں۔ سبحان اللہ

لیکن حرم میں جب حضرت ابراھیم بن ادھمؒ اپنی دعا سے فارغ ہوئے تو انہوں نے دیکھا کہ ایک بوڑھی عورت ہے جو حرم آتی ہے تو اس کے اوپر تجلیات ذاتیہ کا ورود اور نور کی بارش ہو رہی ہے جیسی تجلیات بیت اللہ پر تھیں بعینہ ویسے ہی تجلیات اس کے دل پر وارد ہو رہی تھیں پوچھا کون ہے؟ بتایا گیا کہ رابعہ بصریہ ہیں تو ابراھیم بن ادھمؒ حیران ہوئے اور جا کر کہنے لگے کہ میں تو ہر قدم پر دو رکعت پڑھ کر یہاں پہونچا ہوں اور مجھے بھی یہ مقام نہ ملا کہ یہ تجلیات میرے اوپر آتیں جو تم پر اتر رہی ہیں آخر تم کونسا عمل کر کے آئی ہو؟ تو رابعہ بصریہؒ نے مختصر سا جواب دیا فرمایا ابراھیم تم یہاں پر سر نیاز لے کر آئے ہیں اور میں یہاں دلِ نیاز لے کر آئی ہوں یہ اللہ والوں کی باتیں ہیں اور بڑی عجیب ہیں دلِ نیاز کا

مطلب یہ ہے کہ اس دل میں اللہ کی محبت اللہ کے گھر کی محبت طواف کا شوق ہر ہر مقام پر رک کر اللہ کو یاد کرنے اور اس سے مانگنے کا شوق ہو یہ دل نیاز ہے کیا آپ ایسا دل لے کر جا رہے ہیں؟

سچی تڑپ کا ایک واقعہ

حضرت مالک بن دینارؒ پر گذرا واقعہ ہے کہ گرمی کا موسم دوپہر کا وقت سخت چلچلاتی دھوپ اتنی سخت گرمی تھی کہ پرندے بھی درختوں کے پتوں میں چھپ کر بیٹھ گئے تھے چوپائے اور انسان بھی سائے میں پناہ لئے ہوئے تھے باہر سنسان تھا اس حالت میں کسی ضروری کام سے باہر نکلنا پڑا اس سخت گرمی کے عالم میں ایک نوجوان کو دیکھا کہ دونوں پاؤں سے معذور زمین پر گھسیٹ کر آگے بڑھ رہا ہے پسینے میں شرابور ہے چہرہ گرمی کی وجہ سے سرخ ہو رہا ہے میں نے اس نوجوان سے معلوم کیا تو کہا جا رہا ہے اس نے کہا میں حج کے لئے جا رہا ہوں میں نے کہا کہ میرا گھر یہاں قریب ہے تھوڑی دیر ٹھہر جا آرام کر لے، جب دوپہر کی دھوپ ڈھل جائے تو چلے جانا اس نے کہا کہ مالک بن دینارؒ آپ تو پاؤں کے ذریعہ چلتے ہیں آپ کا سفر آسان ہے میں تو ایک ایک انچ گھسیٹ گھسیٹ کر آگے بڑھتا ہوں مجھے وقت زیادہ لگتا ہے مجھے ڈر ہے کہ میں رکنا شروع کیا تو ادھر حج کے ایام ختم نہ ہو جائیں اور میں محروم رہ جاؤں اس وجہ سے میں رکتا نہیں ہوں۔ مالک بن دینارؒ نے اس سے کہا کیا میں تیرے لئے کوئی سواری کا انتظام کر دوں اس پر وہ ناراض ہوا اور کہا کہ غلام جب اپنے آقا کو ناراض کر دیتا ہے معافی مانگنے کے لئے سواری پر نہیں بلکہ اس طرح گھسیٹ گھسیٹ کر ہی جاتا ہے، میں اس کی

بات سن کر حیران رہ گیا۔ وہ نوجوان چلا گیا فرماتے ہیں کہ اللہ کی شان دیکھیں اس سال اللہ تعالیٰ نے مجھے بھی سفر حج کی توفیق بخشی اور میں حج میں شریک ہوا جب میں نے پہلے دن رمی جمار کی اور کنکریاں مارنے سے فارغ ہوا تو میں نے دیکھا کہ ہجوم ہے میں نے پوچھا کیا بات ہے؟ بات یہ ہے کہ ایک نوجوان ہے جو دعائیں مانگ رہا ہے کہ اللہ تیری دی ہوئی توفیق سے میں نے تیرے گھر کا دیدار کیا میں نے عرفات میں بھی وقف کیا، مزدلفہ میں بھی وقوف کیا اور اے اللہ اب میں شیطان کو کنکریاں مار کر اس سے اپنی نفرت کا اظہار بھی کر دیا اب قربانی کا وقت ہے یہ لوگ صاحبِ استعداد ہیں یہ جائیں گے اور قربانی دیں گے اور مولیٰ تو تو جانتا ہے کہ میں فقیر انسان ہوں احرام کے کپڑوں کے سوا میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے اے میرے اللہ میں اس وقت اپنی جان آپ کے نام پر قربان کرنا چاہتا ہوں اے اللہ مجھ سے میرا نذرانہ قبول فرما لیجئے اس نوجوان نے یہ کہہ کر کلمہ پڑھا اور اپنی جان اپنے رب کے حوالہ کر دی۔

حجاج کرام اتنی تڑپ نہ سہی تھوڑی بہت طلب و تڑپ ضرور پیدا فرمالیں، اللہ اپنے حبیب کے طفیل سچی تڑپ عطا فرمائے۔

حدیث نبوی ﷺ

حضرت ابوہریرہؓ راوی ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص باوجود وسعت کے قربانی نہ کرے وہ ہمارے عیدگاہ کے قریب تک نہ آئے (ابن ماجہ)

حضرت مولانا ریاض الرحمٰن صاحب رشادیؒ

قربانی شریعت اسلامیہ کی نظر میں

اسلامی دنیا کے طول و عرض میں ہر سال قربانی کی عبادت بڑے جوش و خروش اور تزک و احتشام سے منائی جاتی ہے قربانی کو ایک نہایت مقدس اور بابرکت اور نیک کام سمجھا جاتا ہے۔ علماء و فضلاء، ائمہ دین اور رہنمایانِ شرع متین اس کی بڑی فضیلت بیان کرتے ہیں۔ ہر صاحب استطاعت مسلمان ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر ذوق و ولولہ سے قربانی کی رسم ادا کرتا ہے، بلکہ غرباء کے ہر فرد بھی پورے جذبہ کے ساتھ کوشاں رہتا ہے تاکہ وہ بھی اس کار خیر میں حصّہ لیکر اخروی کامیابی و کامرانی حاصل کر سکے۔ الغرض ہر مسلمان کے دل و دماغ پر قربانی کی فضیلت و تقدس کا اتنا گہرا اثر و تصور جا گزیں ہے کہ اسے آخرت کی بھلائی اور کامرانی و سرفرازی کا بہترین وسیلہ خیال کیا جاتا ہے اور اسی جذبہ کے تحت ہر سال لاکھوں بلکہ کروڑوں کی مالیت کے جانور قربانی کر دیئے جاتے ہیں اس موقع پر تجسس و غور و فکر کے عادی اور تحقیق کے دلدادہ اصحاب کے ذہنوں میں چند سوالات نمودار ہوتے ہیں ۔

قربانی پر سوالات اور اس کے جوابات

(۱) قربانی کی حقیقت کیا ہے؟ اور اس عمل میں اور کونسی روح کارفرما ہے کہ جس کے باعث مسلمان اتنے شوق سے قربانی کی رسم ادا کرتے ہیں؟

(۲) کیا قربانی کا حکم قرآن وحدیث سے ماخوذ ہے؟اور کیااس کارواج شروع اسلام سے چلا آرہاہے یااسے بعد میں اسلام کے اندرداخل کیا گیا؟

(۳) کیا قربانی کا حکم صرف حاجیوں کے لئے ہے یا تمام عالم اسلام کے لئے عام ہے؟

(۴) مسلمان ہرسال کروڑوں کی رقم قربانی پرصرف کردیتے ہیں اوراسے انہیں کوئی قابل التفات فائدہ بھی حاصل نہیں ہوتا بلکہ بظاہر یہ سب رقم ضائع ہی ہوجاتی ہے اس رقم سے زیادہ سے زیادہ نفع اٹھانے اوراسے مسلمانوں کی معاشی حالت استواری میں صرف کرنے کے لئے کیا یہ ممکن ہے؟اور کیا شریعت اس بات کی اجازت نہیں دیتی کہ یہی رقم قربانی پرضائع کرنے کے بجائے قومی فنڈ میں جمع کیا اوراس سے ملی سود و بہبود کے کاموں میں صرف کیا جائے؟

قربانی کی روح وحقیقت کومعلوم کرنے کے لئے اسلام کا نظریۂ حیات پیش نظر رکھنا ضروری ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ دنیااوراس کی تمام اشیاء سورج ، چاند، ستارے جمادات ونباتات ، جانداراور بے جان اورآب وآتش سب کے سب نوعِ انسانی کی خدمت کے لئے پیدا کئے گئے اور روئے زمین کی تمام چیزیں بھی انسان کے آرام و آسائش کے لئے تخلیق کی گئی ہیں۔

وہی (اللہ) جس نے پیدا کیا تمہارے لئے جو کچھ زمین میں ہے سب کا سب.........لیکن

نہ تو زمیں کے لئے ہے نہ آسماں کے لئے   جہاں ہے تیرے لئے تونہیں جہاں کے لئے

خودانسان کی پیدائش کا مقصدا پنے خالق وپروردگاراور مالک ورزاق کی اطاعت و فرماں برداری ہے کہ اس کی زندگی کا ہرلمحہ اس کی خوشنودی میں گذرے اوراس کا ہرلمحہ ہرقدم اوراس کی ہرحرکت اسی کے اتباع کی آئینہ دار ہو۔ارشاد باری تعالی ہے ’’میں نے جنوں اورانسانوں کوصرف عبادت ہی کے لئے پیدا کیا ہے۔

گویاانسانی زندگی کا مقصدتنہا خدائے تعالیٰ کی عبادت واطاعت ہے اورانسان کا مطمح نظر یہی ہونا چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق زندگی بسر کرے اوراس کا قرب ومقبولیت حاصل کرنے کے لئے کوشاں رہے۔اس بلند مقصد کے حصول کے لئے انسان کوبعض اوقات مال ودولت ، جاہ وحشمت اورجسم وجان تک بھی قربان کر دینے پڑتے ہیں یہ اوراس قسم کا ہروہ عمل جس کے ذریعہ خدائے تعالیٰ کا قرب حاصل ہو اسے قربانی کہتے ہیں قربانی ہروہ چیز ہے جس کے ذریعہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا قرب حاصل ہوخواہ وہ ذبیحہ ہو یااور کچھ۔قربانی وہ چیز ہے جس کے ذریعہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا قرب حاصل کیا جائے اورعرف عام میں ذبیحہ کوقربانی کہتے ہیں گویا ہرقسم کی قربانی کا مقصدخدائے تعالیٰ کا قرب اوراس کے یہاں مقبولیت حاصل کرنا ہے اورمسلمان اسی مقصدکوپیش نظر رکھ کرقربانی کی رسم ادا کرتے ہیں توان کا یہ عمل حددرجہ قابل ستائش اور بلاشبہ ان کی آخرت کی بھلائی کا سامان ہے۔

ابتدائے آفرینش ہی سے ذبیحہ جانور کی قربانی کوقرب خداوندی حاصل کرنے کا ایک اہم ذریعہ سمجھا جار ہاہے اور یہ رسم حضرت آدمؑ کے زمانے سے چلی آئی ہے چنانچہ ہابیل وقابیل ہردوفرزندان آدمؑ سے قربانی کا تذکرہ ان الفاظ سے قرآن کریم میں

موجود ہے۔جب دونوں نے قربانی کی تو ان میں سے ایک کی قربانی مقبول ہوئی اور دوسرے کی نامقبول۔

قربانی تمام انبیاء کی سنت ہے

علاوہ ازیں قربانی کو انبیاء کرامؑ کا معجزہ ہونے کا شرف بھی حاصل ہوا ہے چنانچہ یہود نے حضورﷺ سے کہا کہ ہم اس وقت تک ایمان نہ لائیں گے جب تک کہ آپ قربانی نہیں دینگے اور اس کی مقبولیت کی علامت کے طور پر آسمان سے آگ اتر کر اسے نیست و نابود نہ کر جائے اس کا جواب بارگاہ الٰہی سے آیا'' کہ بیشک ہم نے بہت انبیاء کرام کو یہ معجزہ عطا فرمایا کہ ان کی قربانیاں مذکوہ طریقہ سے قبول ہوجایا کرتی تھیں لیکن تم جب ان پر ایمان نہیں لائے تو اب کیسے ایمان لے آؤ گے۔

وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ اللہ نے ہمارے ساتھ عہد کیا ہے کہ ہم کسی پیغمبر پر ایمان نہ لادیں حتیٰ کہ وہ ہمارے پاس قربانی لادے جسے آگ کھا جائے'' آپ فردیجئے کہ بیشک مجھ سے پہلے تمہارے پاس پیغمبر معجزوں کے ساتھ آئے اور اس (معجزہ) کے ساتھ بھی جو تمہارا مطالبہ ہے تو پھر تم نے ان (پیغمبروں) کو کیوں قتل کیا؟

ہرامت پر قربانی کا دستور رہا ہے

قربانی کا دستور ہرامت پر فرض رہا ہے''اور ہم نے ہرامت کے سامنے قربانی مقرر کی تا کہ اللہ کا نام لیں ان جانوروں پر جو اللہ نے عطا فرمائے'' اس آیت کے تحت صاحب تفسیر حقانیؒ لکھتے ہیں'' تم سے پہلے ہم نے ہر قوم کے لئے رسم قربانی اللہ کا نام

جاری کرنے کے لئے جاری کی ہے یہ کوئی نئی بات نہیں ہے حضرت موسیٰ وحضرت یعقوبؑ، حضرت اسحاقؑ اور حضرت ابراہیمؑ کی شریعتوں میں بھی قربانی کا دستور خدائے تعالیٰ کی طرف سے تھا جیسا کہ اہل کتاب کی کتابوں میں پایا جاتا ہے اور اسی طرح ہنود کے یہاں بھی قربانیاں ہیں'' (۱۸۲ج۵)

قربانی شعائر دین ہے

اور امت محمدیہ کے لئے قربانی کو شعائر دین کی حیثیت دے دی گئی ہے اور قربانی کے اونٹوں کو ہم نے تمہارے لئے اللہ کی نشانیاں بنا دیا ہے حافظ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں کہ قربانی کے شعائر ہونے میں کسی قسم کا اختلاف نہیں (فتح الباری ج ۲۳ ص۲۳۳)

شعائر کا مطلب

شعائر دین کی حیثیت کیا ہے؟ اس کے متعلق حضرت شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ شعائر اللہ کی دلی تعظیم، دلی تقووں سے ہے واضح ہو کہ شریعتوں کی بنا شعائر اللہ کی تعظیم اور ان کے ذریعہ خدا کے حضور میں تقرب حاصل کرنے پر ہے اور شعائر سے مراد وہ ظاہری محسوس چیزیں ہیں جن کی وجہ سے خدا کی عبادت کی جائے اور اس کے ساتھ اس طرح مخصوص ہوں کہ ان شعائر کی تعظیم خدا کی تعظیم اور ان کی کوتاہی بارگاہ خداوندی میں کوتاہی سمجھی جائے۔تعظیم لوگوں کے دلوں میں اسی طرح راسخ ہوجائے اور ان کے دلوں سے نہ نکل سکے اگرچہ ان کے دلوں کے ٹکڑے ٹکڑے کردئے

جائیں اور شعائر کا وجود قدرتی طور پر ہوتا ہے اور یہ اس طرح ہوتا ہے کہ کوئی عادت یا خصلت لوگوں کے دلوں میں اس طرح بیٹھ جاتی ہے کہ وہ ان میں مشہور اور شائع ہو کر بمنزلہ بدیہی امور کے ہو جاتی ہے اور اس میں شک وشبہ کی گنجائش باقی نہیں رہتی پس اس وقت ان پر شعائر کی تعظیم فرض ہو جاتی ہے (حجۃ اللہ البالغہ، ج اص ۱۴۳) علاوہ ازیں امت مسلمہ کو ملت ابراہیمی کی پیروی کا حکم دیا گیا ہے کہ ملت ابراہیمی کی پیروی کرو اس طرح مسلمانوں کی مروّجہ قربانی دراصل ملت ابراہیمی ہی کی پیروی ہے قرآن کریم میں حضرت ابراہیمؑ کی قربانی کا ذکر یوں آیا ہے ”پھر جب دونوں باپ اور بیٹا مان گئے اور بیٹے کو باپ نے پیشانی کے بل گرایا تو ہم نے اس کو آواز دی کہ اے ابراہیمؑ تو نے خواب سچا کر دکھایا ہے ہم مخلصین کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں“ یہ ایک بڑا امتحان تھا اور ہم نے اس کے عوض ایک بڑا ذبیحہ دیدیا اور چھوڑا ہم نے اس رسم قربانی کو پچھلوں میں ” چنانچہ جب حضورﷺ سے قربانی کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ تمہارے باپ حضرت ابراہیمؑ کی سنت ہے حضرت زید بن ارقمؓ راوی ہیں کہ صحابہ کرامؓ نے حضورﷺ سے پوچھا کہ قربانیاں کیا چیز ہیں آپﷺ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ تمہارے جدامجد ابراہیمؑ کی سنت ہے پھر صحابہ کرامؓ نے پوچھا کہ ہمارا ان میں کیا فائدہ ہے آپﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہر بال کے عوض ایک نیکی صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ اون کا کیا حکم یا رسول اللہﷺ؟ ارشاد فرمایا اون کے ہر روئیں کے عوض ایک نیکی ہے (مسند احمد) اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مسلمانوں کی یہ مروجہ قربانی جان کی قربانی کا بدل ہے اور چونکہ بدل کا بدل جائز نہیں ہوتا اس لئے قربانی کے بدلہ میں فدیہ

دینا اس سے ناجائز ثابت ہو گیا۔ علامہ جصاصؒ اس آیت کے تحت لکھتے ہیں کہ نسکی سے مراد قربانی ہے کیونکہ نسک کو قربانی بھی کہا جاتا ہے اور اسی طرح ہر وہ ذبیحہ جو اللہ تعالیٰ کے تقرب کے لئے ہے وہ بھی نسک کہلاتا ہے خود اسی طرح قرآن کریم میں خود حضورﷺ کو قربانی دینے کا حکم دیا گیا ہے پس نماز پڑھیں آپﷺ اپنے رب کے لئے اور قربانی کریں اس آیت کریمہ میں بھی قربانی کا ذکر نماز کے فوراً بعد کیا گیا ہے جس کا مطلب یہی ہے کہ جس طرح نماز ہر مسلمان پر فرض ہے اسی طرح قربانی بھی فرض ہے اور قرآن کریم کی آیات کے علاوہ رسول اللہﷺ کی بہت سی احادیث میں قربانی کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔

قربانی احادیث منورہ کی روشنی میں

حضرت ابن سلیمؓ روایت کرتے ہیں کہ حضرتﷺ نے بمقام عرفات ارشاد فرمایا کہ اے لوگو ہر گھر والوں پر ہر سال قربانی ضروری ہے (جامع ترمذی) اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ ہر گھر پر ہر سال قربانی کرنا ضروری ہے ظاہر ہے کہ ہر گھر کا ہر آدمی ہر سال حج پر تو نہیں جا سکتا اس لئے قربانی سے حج کی قربانی مراد لینا کسی طرح بھی ممکن نہیں۔

۲) حضرت عائشہ صدیقہؓ راوی ہیں کہ ایام نحر ذی الحجہ کی ۱۱، ۱۲، ۱۳ تاریخ میں آدم کے کسی بیٹے کا کوئی عمل اللہ تعالیٰ کے پاس قربانی کا خون بہانے سے زیادہ پسندیدہ نہیں (ترمذی ج ۱) ظاہر ہے کہ آدمؑ کے بیٹوں سے مراد صرف حاجی نہیں بلکہ تمام اولاد آدمؑ

ہیں جس سے قربانی کی عمومیت معلوم ہوتی ہے۔

۳) حضرت ابو ہریرہؓ راوی ہیں کہ حضورﷺ نے فرمایا کہ جو شخص باوجود وسعت کے قربانی نہ کرے وہ ہمارے عیدگاہ کے قریب تک نہ آئے (ابن ماجہ) ظاہر ہے کہ قربانی کی تاکید ویسی جگہ فرمائی گئی ہے جہاں عید کی نماز ہوتی ہے اور مکہ میں تو عید کی نماز ہوتی ہی نہیں جس کا یہی مطلب کہ قربانی صرف حج کے ساتھ مخصوص نہیں۔

۴) حضرت علیؓ سے روایت ہے رسول اللہﷺ نے فرمایا کہ اے فاطمہؓ اٹھ اور بوقت ذبح اپنی قربانی کے پاس موجود رہ کیونکہ قربانی کا پہلا قطرہ جو زمین پر گرتا ہے اس کے ساتھ ہی تیرے سب گناہ معاف کردئے جائیں گے اور قیامت کے دن قربانی کا خون اور گوشت لایا جائیگا اور تیرے میزان میں ستر حصّہ بڑھ کے رکھ دیئے جائیں گے، حضرت ابوسعیدؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہﷺ کیا یہ ثواب آل محمدﷺ کے ساتھ مخصوص ہے یا سب مسلمانوں کے لئے عام ہے فرمایا کہ آل محمدﷺ کے ساتھ خاص بھی ہے اور سب مسلمانوں کے لئے عام بھی۔

۵) حضرت حسینؓ بن علی سے روایت ہے کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اس طرح قربانی کرے کہ اسکا دل خوش ہو اور اپنی قربانی میں ثواب کی نیت رکھتا ہے وہ قربانی اس شخص کے لئے دوزخ سے آڑھ بنے گی (طبرانی کبیر)

۶) حضرت ابو ہریرہؓ راوی ہیں کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا کہ اپنی قربانی کے جانور کو خوب قوی کیا کرو کیونکہ پل صراط پر وہ تمہاری سواریاں ہونگیں (کنز الاعمال)

۷) حضرت ابوطلحہؓ راوی ہیں کہ رسول اللہﷺ نے ایک دنبہ اپنی طرف سے ذبح

کرنے کے بعد دوسرا دنبہ ذبحہ کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ قربانی اس کی طرف سے ہے جو میرے امت میں سے مجھ پر ایمان لایا اور جس نے میری تصدیق کی (موصل)

۸) حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہﷺ نے بقرعید کے روز حضرت عائشہؓ کی طرف سے گائے کی قربانی کی (مسلم)

۹) حضرت خنشؓ سے روایت ہے کہ میں نے دیکھا کہ حضرت علیؓ نے دو دنبہ قربانی کے لئے لئے اور فرمایا کہ یہ میری طرف سے ہے اور دوسرا رسول اللہﷺ کے لئے اور فرمایا کہ یہ رسول اللہﷺ نے مجھے اس کا حکم دیا ہے کہ میں اسے کبھی نہ چھوڑونگا ان تمام آیات واحادیث سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ گئی کہ قربانی کا حکم قرآن وحدیث میں منصوص ہے اور کتاب وسنت سے صراحۃ ثابت ہے۔

قربانی فقہائے امت کی نظر میں

تمام فقہائے امت کے نزدیک قربانی ایک مشروع فعل ہے اور سنن اسلام میں ہے اختلاف ہے تو صرف واجب ہونے میں مگر سنت ہونے میں تو سب کا اتفاق ہے علامہ ابن حجر عسقلانیؒ لکھتے ہیں کہ اس امر میں کوئی اختلاف نہیں کہ قربانی شعائر دین میں سے ہے۔ شافعی و جمہورؒ کے پاس یہ سنت مؤکدہ ہے بطریق کفایت اور شافعی میں ایک دوسری رائے یہ ہے کہ فرض کفایہ ہے امام ابوحنیفہؒ کی رائے یہ ہے کہ مقیم بہت خوش حال آدمی پر قربانی واجب ہے حضرت امام مالکؒ کی رائے بھی ایک روایت کی رو سے یہی ہے مگر انہوں نے مقیم کی قید نہیں لگائی حضرت اوزاعیؒ حضرت ربیعؒ اور حضرت لیثؒ

کی رائے بھی یہی ہے۔حنفیوں میں سے حضرت ابو یوسفؒ اور مالکیوں میں سے حضرت اشہبؒ نے جمہور کی رائے سے اختلاف کیا ہے حضرت امام احمد بن حنبلؒ کی رائے یہ ہے کہ قدرت کے باوجود قربانی نہ کرنا مکروہ ہے اوران کا دوسرا قول یہ ہے کہ قربانی واجب ہے حضرت امام محمد کی رائے یہ ہے کہ قربانی ایک ایسی سنت ہے کہ جسے چھوڑ دینے کی اجازت نہیں (فتح الباری ج۲ص۱۰)

عید کے دن قربانی کب ہو؟

حضرت جندب بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرتﷺ نے بقرعید کے دن نماز پڑھی پھر خطبہ دیا پھر قربانی فرمائی اور فرمایا کہ جو نماز ادا کرنے سے پہلے قربانی کر چکا ہے وہ اس کے بدلہ میں دوسری قربانی ادا کرے (بخاری، مسلم، مشکوۃ)

ظاہر ہے کہ حضورﷺ نے نماز عید مدینہ ہی میں پڑھی ہوگی کیونکہ مکہ میں نماز عید ہوتی ہی نہیں حضورﷺ کا قربانی دینا اور نماز عید سے پہلے دی ہوئی قربانی کے اعادہ کرنے کا حکم دینا اس بات کی دلیل ہے کہ قربانی کا حکم حاجیوں کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ تمام عالم اسلام کے لئے عام ہے۔

۲) حضرت جابرؓ روای ہیں کہ میں نے حضورﷺ کے ساتھ بقرعید کی نماز پڑھی جب آپﷺ نماز سے فارغ ہوئے آپﷺ کے پاس ایک مینڈھا لایا گیا تو آپﷺ نے ذبح کرتے ہوئے پڑھا **بسم اللہ اللہ اکبر** پھر دعا کی الٰہی یہ قربانی میری طرف سے اور میری امت کے ان افراد کی طرف سے جنھوں نے قربانی نہیں کی

(مسند احمد، ابوداؤد، ترمذی)

۳) حضرت براء بن عازبؓ سے روایت ہے کہ حضورﷺ نے فرمایا کہ سب سے بڑا کام جس سے ہم آج کے روز کی ابتداء کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ ہم نماز پڑھتے ہیں پھر واپس جا کر قربانی کرتے ہیں جس نے اس پر عمل کیا اس نے ہمارے طریقہ کے مطابق کیا اور جس نے نماز سے پہلے ذبح کر لیا تو اس کا شمار قربانی میں نہیں بلکہ وہ تو ایک گوشت ہے جو اس نے گھر والوں کے لئے مہیا کیا ایک اور روایت میں ہے کہ جس نے نماز کے بعد ذبح کیا اس کی قربانی پوری ہوئی اور اس نے مسلمان کا طریقہ اپنا لیا۔(بخاری ج ص۱۳۳ج۲ص۸۳۲)

Ahmed
Enterprises
No. 3, New Bamboo Bazaar
Bangalore- 560002.
Ph: (o) 26709799,
26705937
(R) 26572076, 26577652

مولانا محمد مقصود عمران رشادی

ذبح عظیم کی تاریخ، فضائل و مسائل

آج بھی ہوا گر ابراہیم کا ایمان پیدا   آگ کر سکتی ہے انداز گلستان پیدا

قربانی کا تذکرہ ہر قوم وملت میں ملتا ہے سب سے پہلے حضرت سیدنا ابراہیمؑ کے دوصاحب زادوں نے قربانی پیش کی جس کا تذکرہ قرآن کریم میں ہے نیز قرآن مجید فرمایا گیا ہے "وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُم مِّن بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ" ترجمہ: ہم نے ہر امت کے لئے قربانی کو ضروری قرار دیا تھا تا کہ بطور شکرانہ یاد الٰہی میں مشغول ہوں کیونکہ ہم نے ان کے لئے قربانی کے جانور عطا کئے ہیں۔

مؤرخین نے لکھا ہے کہ حضرت داودؑ نے ایک لاکھ بھیڑوں اور بائیس ہزار بیلوں کو رضائے الٰہی کی خاطر قربان کیا تھا، امت مسلمہ کو بھی قربانی کا حکم دیا گیا، قربانی ایک اہم عبادت اور شعائر اسلام میں سے ہے۔ زمانۂ جاہلیت میں بھی اس کو عبادت سمجھا جاتا تھا مگر بتوں کے نام پر قربانی کرتے تھے، اسی طرح آج تک بھی دوسرے مذاہب میں قربانی مذہبی رسم کے طور پر ادا کی جاتی ہے، مشرکین اور عیسائی بتوں کے نام پر یا مسیح کے نام پر قربانی کرتے ہیں۔ سورۂ کوثر میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو

حکم دیا ہے کہ جس طرح نماز اللہ کے سوا کسی کی نہیں ہوسکتی قربانی بھی اسی کے نام پر ہونی چاہئے۔ دوسری ایک آیت میں اسی مفہوم کو دوسرے عنوان سے بیان فرمایا ہے۔" بیشک میری نماز اور میری قربانی اور میری زندگی اور میری موت اللہ کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد ہجرت دس سال مدینہ طیبہ میں قیام فرمایا۔ ہر سال برابر قربانی فرماتے تھے (ترمذی) جس سے معلوم ہوا کہ قربانی صرف مکہ معظّمہ میں حج کے موقع پر واجب نہیں بلکہ ہر شخص پر ہر شہر میں واجب ہوگی بشرطیکہ شریعت نے قربانی کے واجب ہونے کے لئے جو شرائط اور قیود بیان کی ہیں وہ پائی جائیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کو اس کی تاکید فرماتے تھے۔ اسی لئے جمہور علمائے اسلام کے نزدیک قربانی واجب ہے۔ (شامی)

جیسا کہ ابھی آپ پڑھا کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے بعد ہر سال قربانی فرمائی، کسی سال ترک نہیں فرمائی۔ اس سے مواظبت ثابت ہوئی جس کا مطلب ہے لگاتار کرنا، اس طرح اس سے وجوب ثابت ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی نہ کرنے پر وعید فرمائی، احادیث میں بہت سی وعیدیں مذکور ہیں جیسے آپ صلی اللہ علیہ و سلم کا ارشاد ہے کہ "جو قربانی نہ کرے وہ ہماری عیدگاہ میں نہ آئے۔" قربانی کی بہت سی فضیلتیں ہیں مسند احمد کی روایت میں ایک حدیث پاک ہے زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ سے صحابہؓ نے عرض کیا کہ "یہ قربانیاں کیا ہیں؟ " آپ صلی

اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "قربانی تمہارے باپ (ابراھیم علیہ السلام) کی سنت ہے ۔"صحابیؓ نے پوچھا"ہمارے لئے اسمیں کیا ثواب ہے؟" آپ نے فرمایا"ہر بال کے عوض ایک نیکی ہے۔"(مشکوٰۃ ص ۱۲۹)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں "قربانی سے بڑا کوئی دوسرا عمل نہیں ہے۔ الا یہ کہ رشتہ داری کا پاس کیا جائے۔" (طبرانی)

قربانی کے دنوں میں قربانی کرنا بہت بڑا عمل ہے حدیث میں ہے کہ "قربانی کے دنوں میں قربانی سے زیادہ کوئی چیز اللہ تعالیٰ کو محبوب نہیں اور قربانی کرتے وقت خون کا جو قطرہ زمین پر گرتا ہے وہ گرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول ہوجاتا ہے۔" (مشکوٰۃ)

قربانی کس پر واجب ہے؟

چند صورتوں میں قربانی کرنا واجب ہے۔

☆کسی شخص نے قربانی کی منت مانی ہو تو اس کو قربانی کرنا واجب ہے۔

☆کسی شخص نے مرنے سے پہلے قربانی کی وصیت کی ہو اور اتنا مال چھوڑا ہو کہ اس کے تہائی مال سے قربانی کی جاسکے تو اسکی طرف سے قربانی کرنا واجب ہے۔

☆جس شخص پر صدقۂ فطر واجب ہے اس پر قربانی کے دنوں میں قربانی کرنا بھی واجب ہے پس جس شخص کے پاس رہائشی مکان، کھانے پینے کا سامان، استعمال کے کپڑے اور روزمرہ کی دوسری چیزوں کے علاوہ ساڑھے باون تولہ چاندی کی مالیت کا نقد روپیہ مال

تجارت یا دیگر سامان ہو اس پر قربانی کرنا واجب ہے۔

مثلا ایک شخص کے پاس دو مکان ہیں ۔ایک مکان اس کی رہائش کا ہے اور دوسرا خالی ہے تو اس پر قربانی واجب ہے۔جبکہ اس خالی مکان کی قیمت ساڑھے باون تولہ چاندی کی مالیت کے برابر ہو۔ یا مثلاً ایک مکان میں وہ خود رہتا ہو اور دوسرا مکان کرایہ پر اٹھایا ہے تو اس پر بھی قربانی واجب ہے۔البتہ اگر اس کا ذریعہ معاش یہی مکان کا کرایہ ہے تو یہ بھی ضروریات زندگی میں شمار ہوگا۔یا مثلاً ایک شخص کے پاس دو گاڑیاں ہیں ایک عام استعمال کی ہے اور دوسری زائد تو اس پر بھی قربانی واجب ہے۔یا مثلاً کسی کے پاس دو پلاٹ ہیں ایک اس کے سکونتی مکان کے لئے ہے اور دوسرا زائد، تو اگر اس کے دوسرے پلاٹ کی قیمت ساڑھے باون تولہ چاندی کی مالیت کے برابر ہو تو اس پر قربانی واجب ہے۔

☆عورت کا مہر معجّل اگر اتنی مالیت کا ہو تو اس پر بھی قربانی واجب ہے۔ یا صرف والدین کی طرف سے دیا گیا زیور اور استعمال سے زائد کپڑے نصاب کی مالیت کو پہونچتے ہوں تو اس پر بھی قربانی واجب ہے۔

☆ایک شخص ملازم ہے اس کی ماہانہ تنخواہ سے اسکے اہل وعیال کا گذر بسر ہوسکتا ہے اس پر قربانی واجب نہیں جب کہ اس کے پاس کوئی اور مالیت نہ ہو۔

☆ایک شخص کے پاس زرعی اراضی ہے جس کی پیداوار سے اسکی گذر اوقات ہوتی ہے

وہ زمین اسکی ضروریات میں سے سمجھی جائے گی۔

☆ایک شخص کے پاس ہل جوتنے کیلئے بیل اور دودھیاری گائے بھینس کے علاوہ اور مویشی اتنے ہیں کہ انکی مالیت نصاب کو پہنچتی ہے تو اس پر قربانی کرنا واجب ہے۔

☆ایک شخص صاحب نصاب نہیں، نہ قربانی اس پر واجب ہے لیکن اس نے شوق سے قربانی کا جانور خرید لیا تو قربانی واجب ہے۔

☆... مسافر پر قربانی واجب نہیں۔

☆ .. صحیح قول کے مطابق بچے اور مجنون پر قربانی واجب نہیں۔خواہ وہ مالدار ہوں۔

قربانی کا وقت

۱: ذی الحجہ کی دسویں تاریخ سے لیکر بارھویں تاریخ کی شام تک (آفتاب غروب ہونے سے پہلے) قربانی کا وقت ہے۔ان دنوں میں جب چاہے قربانی کرسکتا ہے۔لیکن پہلے دن افضل ہے، پھر گیارھوں تاریخ، پھر بارھویں تاریخ۔

۲: شہر میں نماز عید سے پہلے قربانی کرنا درست نہیں۔اگر کسی نے عید سے پہلے جانور ذبح کرلیا تو یہ گوشت کا جانور ہوا قربانی نہیں ہوئی۔

البتہ دیہات میں جہاں عید کی نماز نہیں ہوتی عید کے دن صبح صادق طلوع ہوجانے کے بعد قربانی کرنا درست ہے۔

۳: اگر شہری آدمی خود تو شہر میں موجود ہے مگر قربانی کا جانور دیہات میں بھیج دے اور وہاں صبح صادق کے بعد قربانی ہوجائے تو درست ہے۔

۴: ان تین دنوں کے دوران رات کے وقت قربانی کرنا بھی جائز ہے لیکن بہتر نہیں۔

۵: اگر ان تین دنوں کے اندر کوئی مسافر اپنے وطن پہنچ گیا یا اس نے کہیں اقامت کی نیت کرلی اور وہ صاحب نصاب ہے تو اس کے ذمہ قربانی واجب ہوگی۔

۶: جس شخص کے ذمہ قربانی واجب ہے اس کے لئے ان دنوں میں قربانی کا جانور ذبح کرنا ہی لازم ہے اگر اتنی رقم صدقہ خیرات کردے تو قربانی ادا نہیں ہوگی اور یہ شخص گناہ گار رہوگا۔

۷: کسی شخص کے ذمہ قربانی واجب تھی اور ان تین دنوں میں اس نے قربانی نہیں کی تو اس کے بعد قربانی کرنا درست نہیں۔اس شخص کو توبہ استغفار کرنی چاہئے اور قربانی کے جانور کی مالیت صدقہ کردے۔

۸: ایک شخص نے قربانی کا جانور باندھ رکھا تھا۔مگر کسی عذر کی بنا پر قربانی کے دنوں میں ذبح نہیں کرسکا تو اس کا اب صدقہ کردینا واجب ہے۔ذبح کرکے گوشت کھانا درست نہیں۔

۹: قربانی کا جانور خود اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا مستحب ہے۔لیکن جو شخص ذبح کرنا نہ جانتا ہو یا کسی وجہ سے ذبح نہ کرنا چاہتا ہو تو اسے ذبح کرنے والے کے پاس موجود رہنا

بہتر ہے۔

۱۰: قربانی کا جانور ذبح کرتے وقت زبان سے نیت کے الفاظ پڑھنا ضروری نہیں بلکہ دل میں نیت کر لینا کافی ہے۔اور بعض دعائیں جو حدیث پاک میں منقول ہیں اگر کسی کو یاد ہو تو انکا پڑھنا مستحب ہے۔

کسی دوسرے کی طرف سے نیت کرنا

۱: قربانی میں نیابت جائز ہے یعنی جس شخص کے ذمہ قربانی واجب ہے اگر اس کی اجازت سے یا حکم سے دوسرے شخص نے اس کی طرف سے قربانی کر دی تو جائز ہے۔ لیکن اگر کسی شخص کے حکم کے بغیر اس کی طرف سے قربانی کی تو قربانی نہیں ہوگی۔اسی طرح اگر کسی شخص کو اس کے حکم کے بغیر شریک کیا گیا تو کسی کی بھی قربانی جائز نہیں ہوگی۔

۲: آدمی کے ذمہ اپنی اولاد کی طرف سے قربانی کرنا ضروری نہیں۔اگر اولاد بالغ اور مالدار ہو تو خود کرے۔

۳: اسی طرح مرد کے ذمہ بیوی کی جانب سے قربانی کرنا لازم نہیں اگر بیوی صاحب نصاب ہو تو اس کے لئے الگ قربانی کا انتظام کیا جائے۔

۴: جس شخص کو اللہ نے توفیق دی ہو وہ اپنی واجب قربانی کے علاوہ اپنے مرحوم

والدین اور دیگر بزرگوں کی طرف سے بھی قربانی کرے،اس کا بڑا اجر و ثواب ہے۔

آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی کے بھی ہم پر بڑے احسانات اور حقوق ہیں۔اللہ تعالیٰ نے گنجائش دی ہو تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بھی قربانی کی جائے۔مگر اپنی واجب قربانی لازم ہے۔اسکو چھوڑنا جائز نہیں۔

قربانی کن جانوروں کی جائز ہے!

۱: بکری، بکرا، بھیڑ، دنبہ، گائے، بیل، بھینس، بھینسا، اونٹ، اونٹنی کی قربانی درست ہے۔ان کے علاوہ کسی اور جانور کی قربانی درست نہیں۔

۲: گائے، بھینس، اونٹ میں اگر سات آدمی شریک ہو کر قربانی کریں تو بھی درست ہے۔مگر ضروری ہے کہ کسی کا حصہ ساتویں حصہ سے کم نہ ہو۔اور یہ بھی شرط ہے کہ سب کی نیت قربانی یا عقیقہ کی ہو۔صرف گوشت کھانے کیلئے حصہ رکھنا مقصود نہ ہو۔گر ایک آدمی کی نیت بھی صحیح نہ ہو تو کسی کی بھی قربانی صحیح نہ ہوگی۔

۳: کسی نے قربانی کے لئے گائے خریدی اور خریدتے وقت یہ نیت تھی کہ دوسرے لوگوں کو بھی اس میں شریک کر لیں گے اور بعد میں دوسروں کا حصہ رکھ لیا یہ درست ہے۔

لیکن اگر گائے خریدتے وقت دوسرے لوگوں کو شریک کرنے کی نیت نہیں تھی بلکہ پوری گائے اپنی طرف سے قربانی کرنے کی نیت تھی، مگر اب دوسروں کو بھی شریک کرنا

چاہتا ہے تو یہ دیکھیں گے کہ آیا اس شخص کے ذمہ قربانی واجب ہے یا نہیں۔ اگر واجب ہے تو دوسروں کو بھی شریک کر تو سکتا ہے مگر بہتر نہیں۔ اور اگر اس کے ذمہ قربانی واجب نہیں تھی تو دوسروں کو شریک کرنا درست نہیں۔

۴: اگر قربانی کا جانور گم ہو گیا اور اس نے دوسرا خرید لیا۔ پھر اتفاق سے پہلا بھی مل گیا تو اگر اس شخص کے ذمہ قربانی واجب تھی تب تو صرف ایک جانور کی قربانی اس کے ذمہ ہے۔ اور اگر واجب نہیں تھی تو دونوں جانوروں کی قربانی لازم ہو گئی۔

۵: بکری اگر ایک سال سے کم عمر کی ہو خواہ ایک ہی دن کی کمی ہو تو اس کی قربانی کرنا درست نہیں۔ پورے سال کی ہو تو درست ہے۔ اور گائے یا بھینس پورے دو سال کے ہوں تو قربانی درست ہوگی۔ اس سے کم عمر کی ہو تو درست نہیں اور اونٹ پورے پانچ سال کا ہو تو قربانی درست ہوگی۔

۶: بھیڑ یا دنبہ اگر چھ مہینے سے زائد کا ہو اور اتنا فربہ یعنی موٹا تازہ ہو کہ اگر پورے سال والے بھیڑ دنبوں کے درمیان چھوڑا جائے تو فرق معلوم نہ ہو تو اس کی قربانی کرنا درست ہے اور اگر فرق معلوم ہوتا ہے تو قربانی درست نہیں۔

۷: جو جانور اندھا یا کانا ہو یا اس کی ایک آنکھ کی تہائی روشنی یا اس سے زائد جاتی رہی ہو یا ایک کان تہائی یا تہائی سے زیادہ کٹ گیا ہو تو اس کی قربانی کرنا درست نہیں۔

۸: جو جانور اتنا لنگڑا ہو کہ صرف تین پاؤں سے چلتا ہو، چوتھا پاؤں زمین پر رکھتا ہی

نہیں، یا رکھتا ہے مگر اس سے چل نہیں سکتا تو اس کی قربانی درست نہیں۔ اور اگر چلنے میں چوتھے پاؤں کا سہارا تو لیتا ہے مگر لنگڑا کر چلتا ہے تو اس کی قربانی درست ہے۔

۹: اگر جانور اتنا دبلا ہو کہ اس کی ہڈیوں میں گودا تک نہ رہا ہو تو اس کی قربانی درست نہیں اگر ایسا دبلا نہ ہو تو قربانی درست ہے۔ جانور جتنا موٹا فربہ ہو اسی قدر قربانی اچھی ہے۔

۱۰: جس جانور کے دانت بالکل نہ ہوں یا زیادہ دانت جھڑ گئے ہوں اس کی قربانی درست نہیں۔

۱۱: جس جانور کے پیدائشی طور پر کان نہ ہوں اس کی قربانی کرنا درست نہیں۔ اگر کان تو ہوں مگر چھوٹے ہوں اس کی قربانی درست ہے۔

۱۲: جس جانور کو پیدائشی طور پر سینگ نہ ہوں اس کی قربانی درست ہے۔ اگر سینگ تھے مگر ٹوٹ گئے تو اگر صرف اوپر سے قول اترا ہے اندر گودا باقی ہے تو قربانی درست ہے۔ اور اگر جڑ ہی سے نکل گئے ہوں تو اس کی قربانی کرنا درست نہیں۔

۱۳: خصی جانور کی قربانی جائز بلکہ افضل ہے۔

۱۴: جس جانور کے خارش ہو، اگر خارش کا اثر صرف جلد تک محدود ہے تو اس کی قربانی کرنا درست ہے۔ اور اگر خارش کا اثر گوشت تک پہنچ گیا ہو اور جانور اس کی وجہ سے لاغر اور دبلا ہو گیا ہے تو اس کی قربانی درست نہیں۔

۱۵: اگر جانور خریدنے کے بعد اس میں کوئی عیب ایسا پیدا ہو گیا جس کی وجہ سے اس کی قربانی درست نہیں تو اگر یہ شخص صاحب نصاب ہے اور اس پر قربانی واجب ہے تو اس کی جگہ تندرست جانور خرید کر قربانی کرے۔ اور اگر اس شخص کے ذمہ قربانی واجب نہیں تھی تو وہ اسی جانور کی قربانی کر دے۔

۱۶: جانور پہلے تو صحیح سالم تھا مگر ذبح کرتے وقت جو اس کو لٹایا تو اس کی وجہ سے اس میں کچھ عیب پیدا ہو گیا تو اس کا کچھ حرج نہیں اس کی قربانی درست ہے۔

قربانی کا گوشت

۱: قربانی کا گوشت اگر کئی آدمیوں کے درمیان مشترک ہو تو اس کو اٹکل سے تقسیم کرنا جائز نہیں بلکہ خوب احتیاط سے تول کر برابر حصہ کرنا ضروری ہے ہاں! اگر کسی کے حصے میں سر اور پاؤں لگا دئے جائیں تو اس کے وزن کے حصے میں کمی جائز ہے۔

۲: قربانی کا گوشت خود کھائے دوست احباب میں تقسیم کرے، غریب مسکینوں کو دے اور بہتر یہ ہے کہ اس کے تین حصے کرے۔ ایک اپنے لئے ایک دوست احباب عزیز و اقارب کو ہدیہ دینے کے لئے اور ایک ضرورتمند ناداروں میں تقسیم کرنے کے لئے۔ الغرض کم از کم تہائی حصہ خیرات کر دے لیکن اگر کسی نے تہائی حصّے سے کم گوشت خیرات کیا باقی سب کھا لیا یا عزیز و اقارب کو دے دیا تب بھی گناہ نہیں۔

۳: قربانی کی کھال اپنے استعمال کے لئے رکھ سکتا ہے، کسی کو ہدیہ بھی کر سکتا ہے لیکن اگر اس کو فروخت کر دیا تو اس کے پیسے نہ خود استعمال کر سکتا ہے نہ کسی غنی کو دینا جائز ہے۔ بلکہ کسی غریب پر صدقہ کر دینا واجب ہے۔

۴: قربانی کی کھال کے پیسے مسجد کی مرمت میں یا کسی اور نیک کام میں لگانا جائز نہیں بلکہ کسی غریب کو اس کا مالک بنا دینا ضروری ہے۔

۵: قربانی کی کھال یا اسکی رقم کسی ایسی جماعت یا انجمن کو دینا درست نہیں جس کے بارے میں اندیشہ ہے کہ وہ مستحقین کو نہیں دیں گے بلکہ جماعتی پروگراموں مثلاً کتابوں اور رسالوں کی طباعت و اشاعت، شفا خانوں کی تعمیر، کارکنوں کی تنخواہ وغیرہ میں خرچ کریں گے۔ کیونکہ اس رقم کا کسی فقیر کو مالک بنانا ضروری ہے۔ البتہ ایسے ادارے کو دینا درست ہے جو واقعی مستحقین میں تقسیم کرے۔

۶: قربانی کے جانور کا دودھ نکال کر استعمال کرنا، یا اس کی پشم اتارنا درست نہیں۔ اگر اسکی ضرورت ہو تو وہ رقم صدقہ کر دینی چاہیئے۔

۷: قربانی کے جانور کی جھول اور رسی بھی صدقہ کر دینی چاہیے۔

: قربانی کی کھال یا گوشت قصاب کو اجرت میں دینا جائز نہیں۔

۹: اسی طرح امام یا مؤذن کو بطور اجرت دینا بھی درست نہیں۔

چند غلطیوں کی اصلاح

ا: بعض لوگ یہ کوتاہی کرتے ہیں کہ طاقت نہ ہونے کے باوجود شرم کی وجہ سے قربانی کرتے ہیں کہ لوگ یہ کہیں گے کہ انہوں نے قربانی نہیں کی محض دکھاوے کے لئے قربانی کرنا درست نہیں، جس سے واجب حقوق فوت ہو جائیں۔

۲: بہت سے لوگ محض گوشت کھانے کی نیت سے قربانی کی نیت کر لیتے ہیں۔ اگر عبادت کی نیت نہ ہو تو ان کو ثواب نہیں ملے گا۔ اور اگر ایسے لوگوں نے کسی اور کے ساتھ حصہ رکھا ہو تو کسی کی بھی قربانی نہیں ہوگی۔

۳: بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ گھر میں ایک قربانی ہو جانا کافی ہے۔ اس لئے لوگ ایسا کرتے ہیں کہ ایک سال اپنی طرف سے قربانی کر لی، ایک سال بیوی کی طرف سے قربانی کر دی ایک سال لڑکے کی طرف سے ایک سال لڑکی کی طرف سے ایک سال مرحوم والد کی طرف سے ایک سال مرحومہ والدہ کی طرف سے۔ خوب یاد رکھنا چاہئے کہ گھر کے جتنے افراد پر قربانی واجب ہو ان میں سے ہر ایک کی طرف سے قربانی کرنا واجب ہے مثلاً میاں بیوی اگر دونوں صاحب نصاب ہوں تو دونوں کی طرف سے دو قربانیاں لازم ہیں۔ اسی طرح اگر باپ بیٹا دونوں صاحب نصاب ہوں تو خواہ اکھٹے رہتے ہوں مگر ہر ایک کی طرف سے الگ الگ قربانی واجب ہے۔

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ قربانی عمر بھر میں ایک دفعہ کر لینا کافی ہے۔ یہ خیال بالکل غلط ہے بلکہ جس طرح زکوٰۃ اور صدقۂ فطر ہر سال واجب ہوتا ہے اسی طرح ہر صاحب

نصاب پر بھی قربانی ہر سال واجب ہے۔ بعض لوگ گائے یا بھینس میں حصہ رکھ لیتے ہیں اور یہ نہیں دیکھتے کہ جن لوگوں کے حصے رکھے ہیں وہ کیسے ہیں۔ یہ بڑی غلطی ہے۔ اگر سات حصہ داروں میں سے ایک بھی بے دین ہو یا اس نے قربانی کی نیت نہیں کی بلکہ محض گوشت کھانے کی نیت کی تو سب کی قربانی برباد ہو گئی۔ اس لئے حصہ ڈالتے وقت حصہ داروں کا انتخاب بڑی احتیاط سے کرنا چاہئے۔

ہندوستان میں ایک مشہور نام اور ایک بھروسہ مند

اے جے اسٹیل

اگر آپ کو ائرن اور اسٹیل خریدنا ہو تو ہم سے رابطہ کریں

ہم آپ کو اطمینان بخش مال مہیا کریں گے

Athiulla Khan

A.J. Steel

Dealers in : Iron & Steel

No. 1, B.Oosman Khan Road,
Bangalore-560002.
Ph:26702952, 26701443
Fax: 91-080-26701443

بیت اللہ رحمتِ خداوندی کے نزول کا مرکز

مولانا جواد احمد خان رشادی استاد دارالعلوم سبیل الرشاد بنگلور

حدیث شریف میں ہے کہ اللہ جل شانہ کی ایک سوبیس رحمتیں اس گھر بیت اللہ پر نازل ہوتی ہیں ایک سوبیس رحمتوں کی تفصیل اس طرح بیان فرمائی کہ ان میں سے ساٹھ رحمتیں طواف کرنے والوں پر اور چالیس بیت اللہ میں نماز پڑھنے والوں پر اور بیس بیت اللہ کو دیکھنے والوں پر اس حدیث میں بیت اللہ شریف پر رحمتِ خداوندی کے نزول کو بتلا کر اس رحمت کی تقسیم کا بیان کیا گیا اور فرمایا گیا کہ طواف کرنے والوں پر ساٹھ رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔

طواف ایسی عبادت ہے جو سوائے بیت اللہ کے کہیں نہیں ہوسکتی بلکہ بیت اللہ کے طواف کے علاوہ اور کسی جگہ کا طواف جائز ہی نہیں اور اگر کوئی کرے گا تو وہ گنہگار ہوگا۔

انہیں فضائل کی وجہ سے علماء کرام نے لکھا ہے کہ مسجد حرام (بیت اللہ) میں تحیۃ المسجد پڑھنے سے افضل طواف ہے اگر کسی مجبوری کی وجہ سے طواف پر قدرت نہ ہو تو اس وقت تحیۃ المسجد پڑھ سکتا ہے بشرطیکہ مکروہ وقت نہ ہو ورنہ بجائے تحیۃ المسجد کے مسجد میں داخل ہوتے ہی طواف کرنا افضل ہے البتہ اگر جماعت کی نماز کا وقت قریب ہو تو پھر طواف کی بجائے جماعت سے نماز پڑھے۔

بیت اللہ شریف میں ایک نماز کا ثواب:

حدیث میں خانہ کعبہ میں نماز کا ثواب ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے کہ مسجد نبوی میں

ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہوتا ہے اللہ اکبر،،،،،ایک نماز کا ایک لاکھ نمازوں کے ثواب کے برابر کتنی بڑی فضیلت ہے اس مقدس ومکرم گھر کی۔

دنیا کی بقاء وفنا بیت اللہ کے وجود پر موقوف ہے:

قرآن کریم میں ارشاد خداوندی ہے کہ اللہ پاک نے کعبہ کو جو ادب کا مکان ہے لوگوں کے قائم رہنے کا سبب قرار دیا ہے۔قیاما للناس کی ایک تفسیر یہ ہے کہ کعبہ شریف کا وجود کل عالم کے قیام اور بقاء کا سبب ہے دنیا کی آبادی اس وقت تک ہے جب تک خانہ کعبہ اور اس کا احترام کرنے والی مخلوق موجود ہے جس وقت خداوند کریم کا یہ ارادہ ہوگا کہ کارخانہ عالم کو ختم کیا جائے تو سب کاموں سے پہلے اسی مبارک مکان کو جسے بیت اللہ شریف کہتے ہیں اٹھالیا جائیگا جیسا کہ بناء کے وقت بھی زمین پر سب سے پہلے یہ مکان بنایا گیا تھا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہ فرماتے ہیں کہ مکانات تو اس سے پہلے بھی تھے لیکن عبادت کے لئے سب سے پہلے خانہ کعبہ ہی بنایا گیا۔حدیث میں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میری امت اس وقت تک خیریت سے رہے گی جب تک اس حرم کا احترام کرتی رہے گی اور جب احترام کرنا چھوڑ دے گی تو ہلاک وبرباد ہوجائیگی (ابن ماجہ)

قرآن پاک کی مذکورہ بالا آیت اور حدیث شریف میں رسول اللہ ﷺ دونوں سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ جب تک اللہ جل شانہ کو دنیا کو باقی رکھنا منظور ہے خانہ کعبہ بھی موجود ہے گویا دنیا کی ابتداء بھی خانہ کعبہ کے وجود سے ہوئی اور انتہاء بھی اس کے اٹھالئے جانے پر ہوگی جس کا مطلب یہ ہوا کہ قیامت آجائے گی۔

مولانا ضمیر احمد رشادی

قربانی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں

فضیلت واہمیت

فطرت انسانی کا تجربہ شاہد ہے کہ اس کو میسر شدہ اشیاء میں وہ اشیاء انتہائی مرغوب محبوب ہوتیں جو کسی متعینہ موسم کے ساتھ مختص ہوں اور وہ جو ہمہ وقت دستیاب نہ ہو سکیں مثلاً پھلوں کا سردار آم جس وقت بازار میں آجائے ماسوا کے تمام پھلوں کی تجارت پھیکی پڑ جاتی ہے تربوز کا موسم ہو پوری دنیا ٹوٹ اسی پر توٹ پڑتی ہے اس قدر ان کی مانگ میں اضافہ کے پس منظر صرف اتنا ہی ہے کہ یہ موسم گذر جانے پر پھر اگلے موسم تک انتظار کراتے ہیں ٹھیک اسی طرح رب ذوالجلال کی بارگا میں بھی خاص مواقع پر خاص عبادات کا تقاضا کرتی ہیں کہ ان ایام میں اس مروّجہ عبادت سے زیادہ عزیز اور محبوب عمل کوئی نہیں ہوتا مثلاً رمضان میں روزوں سے بڑھ کر کوئی عمل محبوب نہیں ایام حج میں حج سے زیادہ کوئی عمل پسندیدہ نہیں اسی طرح ایک عمل قربانی بھی ہے جو ایک خاص اور متعینہ وقت پر ادا کی جاتی ہے اور اس وقت کے گذر جانے کے بعد چاہے لاکھ جانور بھی ذبح کردئے جائیں بے سود اور بیکار ہے اور اس وقت میں اس سے محبوب کوئی عمل نہیں ہوتا جیسا کہ ارشاد نبوی ﷺ ہے حضرت عائشہؓ نقل کرتی ہیں کہ ” **ما عمل ابن آدم من عمل یوم النحر احب الی الله من احراق الدم وانه لیأتی**

بقرونها واشعارها واظلافها وان الدم لیقع من الله بمکان قبل ان یقع بالارض فطیبوا بها نفساً ‘(ترمذی،ابن ماجہ) نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرما کہ دسویں ذی الحجہ یعنی عیدالاضحیٰ کے دن اولاد آدم کا کوئی عمل اللہ کے نزدیک قربانی سے زیادہ محبوب نہیں اور قربانی کا جانور قیامت کے دن اپنے سینگوں اور بالوں اور کُھر وں کے ساتھ آئیگا اور قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کی رضا اور مقبولیت کے مقام پر پہنچ جاتا ہے بس اے لوگو: پوری خوش دلی کے ساتھ قربانیاں کیا کرو۔

یوں تو ہر حکم شرعی پر آپ ﷺ کی پابندی اور دوام ثابت ہے لیکن بعض اعمال کے سلسلہ میں خصوصی اہتمام یعنی خاص قسم کی آمادگی اور شوق ہوا کرتا تھا ایسے ہی اعمال میں سے ایک عمل قربانی بھی ہے چنانچہ ابن عمرؓ صراحت فرماتے ہیں ” **اقام رسول الله بالمدینة عشر سنین یضحی** “(ترمذی) رسول اللہ ﷺ نے ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں دس سال قیام فرمایا اور آپ برابر (ہر سال) قربانی کیا کرتے تھے

اس پابندی اور اہتمام سے ایک قدم آگے بڑھیں تو اس عمل میں حضور ﷺ کی تاکید کے ساتھ ساتھ وصیت بھی مذکور ہے چنانچہ ابوداؤد اور ترمذی میں روایت موجود ہے کہ ” **عن حنشؓ قال رأیت علیا یضحی بکبشن فقلت له ما هذا فقال ان رسول الله ﷺ اوصانی ان اضحی عنه فان اضحی عنه** “حضرت حنش بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت علیؓ کو دومینڈھے ذبح کرتے ہوئے دیکھا تو میں نے ان سے عرض کیا یہ کیا ہے دومینڈھوں کی قربانی کیوں کرتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے وصیت فرمائی تھی کہ میں آپ کی طرف سے

بھی قربانی کیا کروں تو ایک قربانی میں آپ کی جانب سے بھی کرتا ہوں۔

حقیقت وثواب: اسلام کا انداز بیان ہر مسئلہ میں عموماً اس طرح ہوتا کہ جب بھی کسی عمل کا حکم ہو تو اس کے ساتھ چند ترغیبی باتیں بھی ہوا کرتی ہیں تا کہ عمل کرنے والوں میں آمادگی اور شوق پیدا ہو بسا اوقات ازدیاد شوق کی خاطر دنیاوی حکم ومصالح بھی بیان کردیئے جاتے ہیں جیسا کہ حضرت فاروق اعظمؓ نے ایک مرتبہ ایک صاحب کو دیکھا کہ ان کا پائجامہ ٹخنے سے نیچے لٹکا ہوا ہے حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ پائجامہ اوپر کرو اس لئے کہ یہ کپڑے کو بھی پاک رکھتا ہے اور رب کو بھی خوش کرتا ہے حالانکہ اسلامی مزاج یہ ہے کہ ہر عمل کو حکم شریعت سمجھ کر پورا کیا جائے حکمتوں اور مصلحتوں کی بھول بھلیوں سے پہلو تہی اختیار کرے کیونکہ اسلام مؤمن ومسلمان کو حکم کا پابند بنانا چاہتا ہے حکمتوں کا نہیں، حکمتیں لاکھ صحیح لیکن کوئی ضروری نہیں کہ اس عمل میں عند اللہ بھی وہی حکمت مقصود ومراد ہو جو ہماری کوتاہ بیں نگاہ دیکھتی ہے۔

باوجود اس کے فطرت انسانی چونکہ عاجل پر آجل کو قربان کرنے کی عادی ہے کھلی آنکھ جو نفع ہاتھ لگ جائے اسی کو چاہتی ہے اس لئے ترغیب وتحریض کو بھی احکامات شرعیہ کا ایک جز بنا دیا گیا۔ نتیجہ یہ کہ مؤمن کے لئے کسی عمل کے پیچھے صرف اتنی بات کافی ہے کہ وہ اللہ کا حکم اور رسول اللہ ﷺ کا طریقہ ہے تو عقلاً کسی تیسری دلیل کی نہ تو ضرورت ہے اور نہ ہی اہمیت لیکن اذہان وخیالات میں تفاوت جلی پایا جاتا ہے ایسوں کی طمانیت قلب کی خاطر رب ذوالجلال نے اس قربانی کی کیفیت واجر کے متعلق اصحاب

رسولؐ کی زبانوں سے سوال کروادیا چنانچہ مسند احمد اور ابن ماجہ کی روایت ہے کہ ”**عن زید بن ارقمؓ قال قال اصحاب رسول الله ﷺ ما هذه الاضاحی یا رسول الله قال سنة ابیکم قالوا فما لنا فیها یا رسول الله قال بکل شعرة حسنه قالوا فالصوف یا رسول اللهؐ بکل شعرة من الصوف حسنة**“ حضرت زید بن ارقمؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعض اصحاب نے عرض کیا ان قربانیوں کی کیا حقیقت ہے اور کیا تاریخ ہے آپؐ نے فرمایا کہ تمہارے جد امجد حضرت ابراہیمؑ کی سنت ہے ان صحابہ نے عرض کیا کہ ہمارے لئے ان قربانیوں میں کیا اجر ہے آپؐ نے فرمایا کہ قربانی کے جانور کے ہر بال کے عوض میں ایک نیکی انہوں نے عرض کیا کیا اون کا بھی یہی حساب ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہاں اون والے جانور کی قربانی کا بھی اسی حساب سے ملیگا کہ اس کے ہر بال کے عوض ایک نیکی۔

قربانی کے جانور کی کیفیت اور اس کے متعلق ہدایت

قربانی کا مقصود اور پس منظر یہ ہے کہ گویا بندہ دعویٰ کررہا ہے کہ میرے خدا یہ جانور کیا شئے ہے اگر اس کے بدلے تو میری گردن بھی مانگے تو حاضر ہے جانور تو بہر حال جانور ہے جان سے تو عزیز نہیں تیرے حکم کے آگے ہمارے پاس کسی چیز کی اہمیت نہیں اس دعوے کے پیش نظر یہ بات نامناسب ہے کہ خدا کی بارگاہ میں ایسا نذرانہ پیش کیا جائے جو خود کی نظر میں معیوب ہو۔

لہذا عمدہ سے عمدہ اور اعلیٰ سے اعلیٰ قسم کے جانور کی قربانی کرے معیوب جانوروں کے استعمال سے بالکلیہ احتراز کرے خدا دراصل ہماری محبوب چیزیں اور اپنی محبت کے

پیچ امتحان لینا چاہتے ہیں جیسا کہ خود ارشاد باری ہے ''لن تنا لوا البر حتی تنفقوا مما تحبون '' تم نیکی کو اس وقت تک نہیں پا سکتے جب تک کہ تم اپنے محبوب چیزوں کو راہ خدا میں خرچ نہ کر دو چنانچہ اصول بیان کر دیا گیا اسی کے تحت میں روایت بھی موجود ہے ''عن البراء بن عازب ان رسول اللہ ﷺ سئل ما ذا یتقی من الضحایا فاشار بیدہ فقال اربعاً العوجا البین ظلعھا، والعوراء البین عورھا ، والمریضہ البین مر ضھا ، والاجفاء التی لا تنقی'' (ابوداؤد،نسائی،دارامی وغیرہ) حضرت براء بن عازبؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ قربانی میں کیسے جانوروں سے پرہیز کرے آپ نے ہاتھ سے اشارہ فرمایا! چار۔ایک ایسا لنگڑا جانور جس کا لنگڑا پن بہت واضح ہو، دوسرے وہ جسکی آنکھ خراب ہوگئی ہو اور وہ خرابی بالکل نمایاں ہوں، تیسرے وہ جو بیمار ہو، چوتھے وہ جو ایسا کمزور اور لاغر ہو کہ اس کی ہڈیوں میں گودا بھی نہ رہا ہو یعنی یہ وہ عیوب اور خرابیاں ہیں جن کی وجہ سے جانور قربانی کے قابل نہیں رہتا ایک اور روایت میں ہے حضرت علیؓ فرماتے ہیں'' نھی رسول اللہ ﷺ ان نضحیٰ باعضب القرن والاذن(ابن ماجه) کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم کو ایسے جانور کی قربانی سے منع فرمایا جس کا سینگھ ٹوٹا ہوا ہو یا کان کٹا ہوا ہو۔

ایک حکم خاص:

عن ام سلمةؓ قال قال رسول اللہ ﷺ اذا دخل العشر واراد بعضکم ان یضحی فلا یأخذن شعراً ولا یقلمن ظفراً'(مسلم)

ام المؤمنین حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب ذی الحجہ کا پہلا عشرہ شروع ہو جائے اور تم میں سے کسی کا ارادہ قربانی کرنے کا ہو تو اس کو چاہئے کہ اب قربانی کرنے تک اپنے بال یا ناخن نہ تراشے۔

دراصل یہ عشرہ حج کا ہے اور ان ایام کا خاص الخاص عمل حج ہے لیکن مکہ معظّمہ جا کو بھی ہوسکتا ہے وہ عمر میں ایک مرتبہ جو کہ صاحب استطاعت پر فرض ہے اس کی خاص برکات وہی بندے حاصل کر سکتے ہیں جو وہاں حاضر ہو کر حج کریں لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے سارے اہل ایمان کو اس کا موقع دیا کہ جب حج کے ایام آجائیں تو اپنی اپنی جگہ میں رہتے ہوئے بھی حج اور حجاج سے ایک نسبت پیدا کرلیں اور ان کے اعمال میں شریک ہو جائیں عیدالاضحیٰ کی قربانی کا خاص راز یہی ہے حجاج دسویں ذی الحجہ کو منی میں اللہ کے حضور اپنی قربانیاں پیش کرتے ہیں، دنیا بھر کے دوسرے مسلمان جو حج میں شریک نہ ہو سکے ان کو حکم ہے کہ اپنی اپنی جگہ ٹھیک اسی دن اللہ کے حضور میں اپنی اپنی قربانیاں پیش کریں، جس طرح حاجی احرام باندھنے کے بعد بال یا ناخن نہیں ترشواتا اسی طرح وہ مسلمان جو قربانی کا ارادہ رکھتے ہیں ذی الحجہ کا چاند نظر آنے کے بعد بال یا ناخن نہ تراشیں اور اس طریقہ سے بھی حجاج سے ایک مناسبت اور مشابہت اختیار کریں کس قدر مبارک ہدایت ہے جس پر چل کر مشرق و مغرب کے مسلمان حج کے انوار و برکات میں حصّہ لے سکتے ہیں۔

ترے محبوب کی یارب شباہت لے کے آیا ہوں
حقیقت اس کو تو کر دے میں صورت لے کے آیا ہوں

محمد مقصود عالم رشادی

قربانی وعید الاضحیٰ کا حقیقی مقصد

ہر سال مسلمان بڑے جوش اور جذبہ کے ساتھ عید الاضحیٰ مناتے ہیں اور اپنے جدامجد حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی بے مثال قربانی کی یاد تازہ کرتے ہیں جو قربانی انہوں نے اپنے لاڈلے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی شکل میں سراپا حکم کی اطاعت وفرمانبرداری کا پیکر بن کر خدا کی بارگاہ میں بصد شوق وخلوص پیش کی تھی۔اسی سچے جذبے اور خلوص کے احترام میں اللہ تعالیٰ نے ہر صاحب حیثیت مسلمان پر ہر سال قربانی واجب قرار دی۔لیکن آج عید قرباں مسلمانوں کے نزدیک محض ایک رسم اور فخر ومباہات کی چیز بنتی جارہی ہے جس کی روح اور حقیقت سبق اور پیغام سے مسلمان ناآشنا ہوتا جارہا ہے۔جبکہ انبیاء علیہم السلام کی زندگی میں آنے والے واقعات،ان کی سیرت وسوانح نسل انسانی کے لئے سبق اور نصیحت اور عبرت کا سامان ہے جو انسانوں کے لئے نہ صرف قابل تقلید ہے بلکہ زندگی کے نشیب فراز میں مشعل راہ ہے۔خدا کا فرمان:لقد کا ن فی قصصھم عبرۃ لاولی الالباب ۔(سورۃ یوسف)ان کے قصے میں عقلمندوں کے لئے عبرت ونصیحت ہے۔

عید قرباں تو ہر سال آتی ہے لیکن کیا ہم حضرت ابراہیم واسماعیل علیہ السلام کی قربانی یاد کرکے اس سے عبرت ونصیحت حاصل کرتے ہیں؟ان کے جذبۂ فداکاری کو دیکھتے

ہوئے ہم اپنا محاسبہ کرتے ہیں؟ کیا ہم ان کی طرح خدا کی اطاعت وفرمانبرداری کی ادنیٰ سی جھلک بھی اپنی زندگی میں محسوس کرتے ہیں؟ خدا کے حکموں پر ہر وقت ہر لمحہ پیکر تسلیم ورضاء بن کر رہنے کا جو سبق اس واقعہ سے ملتا ہے کیا ہم اس کا عشر عشیر بھی اپنے اندر پاتے ہیں؟ اور عید کے موقع پر جس طرح ہم متحد اور متفق ہوکر ایک ہی صف میں کھڑے نظر آتے کیا ہم حقیقی زندگی میں بھی اسی طرح ایک دوسرے سے جڑے ہوئے وابستہ ہیں؟

ایسے بہت سارے سوالات ہیں جو ہر سال عید قرباں کے موقع پر آکر ہم سے پوچھتے ہے اور ہمیں احساس دلاتی ہے احتساب نفس کا،اپنے ماضی سے عبرت حاصل کرنے مستقبل کی راہیں اس طور پر سنوارنے کا کہ دنیا بھی ہمارے قدم بوس ہو اور آخرت میں بھی کامیابی ہمارا حصہ بنے۔

عید قرباں کے موقع پر عامۃ المسلمین کے لئے ضروری ہے کہ وہ عید قرباں کو اسلامی طریقہ پر منائیں،کوئی غیر شرعی کام کی نہ عام دنوں میں اجازت ہے اور نہ اس عید کے موقع پر یاد رہنا چاہئے کہ عید الاضحیٰ کا یہ موقع انتہائی رحمت والا اور مسلمانوں کے لئے نیکی کمانے کا شاندار موقع ہے،اس موقع پر اللہ کا تقرب حاصل کرنا بھی عام دنوں کے مقابلے آسان ہے۔کیونکہ یہ قربانی کا موسم ہے،جس میں تقویٰ کا پہلو نمایاں ہے اور تقویٰ اللہ کی رضا اور اس سے تقرب کے حصول شاندار ذریعہ ہے۔

عید الاضحیٰ کے موقع سے بڑے پیمانے پر جانوروں کی قربانی میں یہ پیغام بھی امت مسلمہ کے لئے ہے کہ انسان کو چاہئے کہ وہ زیادہ سے زیادہ اللہ کے حضور پر قربانی پیش

کرے، جس طرح کی بھی قربانی کا تقاضہ ہو، اس طرح کی قربانی اللہ کے حضور کو پیش کرنا اللہ کی خوشنودی کے حصول کا باعث ہے، اگر اللہ تعالیٰ کی جانب سے وقت کی قربانی کا مطالبہ ہو تو انسان فوراً قربانی دے، جیسا کہ مؤذن اذان دیتا ہے، اس وقت تقاضہ ہوتا ہے کہ مسلمان اب کچھ وقت کے لئے اللہ کے دربار میں آجائیں اور عبادت خداوندی میں لگ جائیں، اب وہ اپنی دکانوں کو چھوڑ دیں، اپنے کاموں کو ترک کردیں اور نماز جو دین کا اہم ستون ہے، اسے پورے خشوع اور خضوع کے ساتھ ادا کریں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (ہجرت کے بعد) مدینہ طیبہ میں دس سال قیام فرمایا اور برابر (ہر سال) قربانی کرتے تھے۔ (جامع ترمذی)

حنش بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دو مینڈھوں کو قربانی کرتے ہوئے دیکھا ان سے عرض کیا کہ یہ کیا ہے؟ (یعنی آپ بجائے ایک کے دو مینڈھوں کی قربانی کیوں کرتے ہیں؟) حضرت علی کرم اللہ وجہہؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے وصیت فرمائی تھی کہ میں آپ کی طرف سے قربانی کیا کروں، تو ایک قربانی میں آپ کی جانب سے کرتا ہوں۔ (ابوداؤد، ترمذی)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی مندرجہ ذیل بالا احادیث سے معلوم ہوا ہے کہ مدینہ طیبہ میں قیام فرمانے کے بعد سے رسول اللہ ﷺ پابندی کے ساتھ ہر سال قربانی فرماتے

رہے اور حضرت علی مرتضیٰؓ کی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بعد کے لئے آپ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو وصیت فرما گئے تھے کہ آپ کی طرف سے قربانی کیا کروں، چنانچہ اس وصیت کے مطابق حضرت علی کرم اللہ وجہہ رسول کریم ﷺ کی طرف سے برابر قربانی کرتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیاہی وسفیدی مائل رنگ کے سینگوں والے دو مینڈھوں کی قربانی کی، اپنے دست مبارک سے اس کو ذبح کیا اور ذبح کرتے وقت بسم الله و الله اكبر پڑھا، میں نے دیکھا کہ اس وقت آپ اپنا پاؤں ان کے پہلو پر رکھے ہوئے تھے اور زبان سے بسم الله و الله اكبر کہتے جاتے تھے۔

یہ ہے قربانی کا وہ فلسفہ عظیم کہ جو بھی کام ہو رہا ہے اس میں ربط، اخلاص اور خوشنو ئ رب ہے، اللہ جل شانہ نے اس سنت ابراہیمی کو تا قیام قیامت زندہ رکھنے کے لئے قربانی کا حکم دیا تا کہ قیامت تک آنے والے اس واقعہ کو یاد رکھیں اور یہ قربانی ان کے لئے قرب الٰہی کا ذریعہ بن سکیں۔

ایثار وقربانی کا جذبہ جہاں لوگوں کو متحد ہو کر زندگی گذارنے کا سبق دیتا ہے وہیں ایثار وقربانی سے بڑی بڑی پریشانیاں دور ہو جاتی ہیں انسان کو اس کی حیثیت کا علم ہوتا ہے، خدا کی بڑائی اور کبریائی کا اعلان ہوتا ہے اور ایک جاں نثار باپ بیٹے کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ خدا ہمیں قربانی وعیدالاضحیٰ کا حقیقی مقصد سمجھا دے۔

قربانی

(ایک جان کا زیاں ہے سو ایسا زیاں نہیں)

مولانا محمد ہارون رشادی، معین قاضی مرکزی

دارالقضاء، امارت شرعیہ کرناٹک، بنگلور

اقوام وملل کی تاریخ میں شاید ہی کبھی ایسا ہوا ہوگا کہ کسی باپ نے اپنے پورے ہوش وحواس کے ساتھ اپنے ہی گھر کے چشم وچراغ بلکہ اکلوتے بیٹے کو ایک خواب کی وجہ سے اپنے ہی ہاتھوں ذبح کرنے کا ارادہ کیا ہو۔ یہ بات بظاہر ناممکنات میں سے نظر آتی ہے، لیکن قربان جائیے اللہ کے پیارے نبی حضرت ابراہیم علیہ السلام پر کہ آپ نے خواب میں دیکھا کہ آپ اپنے لخت جگر کو ذبح کر رہے ہیں،

جان دی دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

"منشاءِ خداوندی" کو بھانپتے ہوئے آپ نے فوراً اپنے ارادے کا اظہار اپنے بیٹے سے کیا تو "الولد سر لابیہ" کے مصداق بیٹے نے فوراً حامی بھر لی اور اپنی جان جان آفریں کے حوالے کرنے تیار ہوگیا۔

غالب تمام نفع ہے سودائے عشق میں

اک جان کا زیاں ہے سو ایسا زیاں نہیں

کے مصداق باپ بیٹا دونوں قربان گاہ کی طرف چل دیے، خیر، القصہ مختصر خدا کو کچھ اور ہی منظور تھا، ایک بہشتی دنبہ کی قربانی ہوگئی اور اس کے بعد سے تمام امتوں کے لیے قربانی کا عمل ہمیشہ کے لیے مشروع ہوگیا اور یہی عمل امتِ محمدیہ کے لیے بھی قابل عمل قرار پایا۔

قربانی ایک اہم عبادت ہے اور شعائر اسلام میں سے ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے بھی اس کو عبادت سمجھا جاتا تھا۔ مگر بتوں کے نام پر قربانی کرتے تھے، آج تک بھی اسی طرح اور اسی نہج پر دوسرے مذاہب اور دیگر قوموں میں قربانی مذہبی رسم کے طور پر ادا کی جاتی ہے۔ ہندوستان کی قوم ہنود اپنے معبودوں کے نام پر قربانی کرتے ہیں، قوم نصاریٰ مسیح کے نام پر قربانی کرتے ہیں لیکن ہم کو اللہ کے بندے ہونے اور امت محمدیہ علی صاحبہا الصلاۃ والتسلیم میں رہنے کا شرف حاصل ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے فصل لربك وانحر (آپ اپنے رب کے لئے نماز ادا کیجئے اور قربانی کیجئے)۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن پاک میں محبوب دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا ہے کہ جس طرح نماز اللہ کے علاوہ کسی کی نہیں ہوسکتی اسی طرح قربانی بھی اسی کے نام پر ہونی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ نے دوسری آیت میں اسی مفہوم کو دوسرے عنوان سے اس طرح بیان فرمایا ہے ان صلاتي ونسكي ومحياي ومماتي لله رب العالمين ۔ یقیناً میری نماز اور میری قربانی اور میرا جینا اور میرا مرنا اللہ کے لئے ہے جو دونوں جہاں کا پالنہار ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں تیرہ سال قیام پذیر تھے پھر جب مکہ مکرمہ

سے مدینہ منورہ ہجرت فرمائے تو بعد ہجرت دس سال مدینہ منورہ میں قیام فرمایا، ہر سال برابر قربانی کرتے تھے۔اس سے صاف طور پر واضح ہوتا ہے کہ قربانی کا مبارک عمل ہر سال ادا کرنا واجب ہے جبکہ اس کے وجوب کے شرائط پائے جائیں۔

قربانی کا یہ عمل اپنے اندر بہت سا خیر لیے ہوئے ہے۔احادیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قربانی کے دن اللہ تعالیٰ کو قربانی سے زیادہ کوئی اور عمل محبوب نہیں۔لسانِ نبوت کے اس اظہار کا تقاضہ تو یہی تھا کہ اس دن ساری امتِ محمدیہ اپنی طرف سے بھی اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بھی قربانی ادا کرے تاہم شریعت کی طرف سے اس میں امت کے لیے یہ سہولت رکھی گئی ہے کہ قربانی ہر شخص پر واجب نہیں، صرف اسی شخص پر قربانی واجب ہے جو صاحب نصاب ہو، یعنی موجودہ موزونات کے حساب سے جس کے پاس چھ سو بارہ گرام چاندی یا اس کی قیمت یا اس کے بقدر ساز وسامان اپنی حاجاتِ اصلیہ سے زائد ہو۔ہاں اگر کسی کم پیسے والے یعنی فقیر شخص نے بھی ایام قربانی (۱۰،۱۱،۱۲ ذی الحجہ) میں کوئی جانور قربان کرنے کی نیت سے خرید لیا تو اب اس جانور کی قربانی واجب ہوجائے گی کہ یہ جانور بہر حال اللہ کے نام پر قربان ہونے کے لیے متعین ہوگیا ہے۔اب اسے دوسرے مصرف میں صرف نہیں کیا جاسکتا۔

نیز احادیث میں یہ بھی ہے کہ جانور کے بدن پر جتنے بال ہوتے ہیں اتنی ہی نیکیاں قربانی کرنے والے کے نامہ اعمال میں لکھی جاتی ہیں۔اب ذرا سوچئے کہ اس دورِ جدید میں اور انٹرنیٹ ٹکنالوجی کے دور میں بھی کیا ایسی کوئی مشین دریافت ہوئی ہے

جو ایک جانور کے مکمل بال (نہ ایک کم نہ ایک زیادہ) گن کر بتادے۔پس ارشادِ خداوندی کا ظاہری مفہوم یہی ہوسکتا ہے قربانی کی نیکیاں اتنی ہیں کہ ہمارے لیے ان کو گننا ہی ممکن نہیں۔اتنی زیادہ نیکیاں کمانے کے لیے اگر ایک چھوٹا سا عمل کرنا پڑے اور تھوڑے سے مال کے ساتھ تھوڑی سے وقت وجان کی قربانی کرنا ہو تو اس سے زیادہ نفع کا سودا اور کیا ہوگا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو قربانی کی تاکید فرماتے تھے اور نہ کرنے والوں کے لئے سخت زجر وتوبیخ بیان فرماتے تھے۔حدیث میں آتا ہے کہ حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا من كان له سعة ولم يضح فلا يقربن مصلانا یعنی جس شخص کے پاس وسعت اور گنجائش ہو اس کے باوجود وہ قربانی نہ کرے تو وہ ہمارے عیدگاہ کے قریب نہ آئے۔پوری امت محمدیہ علی صاحبہا الصلاۃ والتسلیم دین وشریعت کے ایک اہم حکم کو بجا لا رہی ہے اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی یادگار کو بنانے میں مصروف ہے تو انہی میں ایک شخص جسے خدا تعالیٰ نے وسعتوں سے نوازا ہے اور وہ سہولت اور آسانی سے اس اہم سنت مبارکہ اور شعار اسلام میں حصہ لے سکتا ہے لیکن اس کے باوجود بے پرواہی برت رہا ہے تو اس کا کیا حق بنتا ہے کہ وہ سب مسلمانوں کے ساتھ مل کر عید منائے؟ اسی لئے تمام علماء کے نزدیک قربانی واجب ہے۔حضرت حکیم الامت تھانویؒ اپنی مشہور کتاب اغلاط العوام میں تحریر فرماتے ہیں ''بہت سے لوگ باوجود وسعت کے قربانی نہیں کرتے خاص کر دیہات کے لوگ اس میں بہت غفلت

کرتے ہیں حالانکہ حدیث شریف میں ہے جو صاحب وسعت قربانی نہ کرے وہ ہمارے عیدگاہ کے قریب نہ آئے اور یہ معلوم ہے کہ عیدگاہ میں وہ لوگ جاتے ہیں جو مسلمان ہیں اور عیدگاہ سے بے تعلقی اور بعد (دوری) انہیں کو ہے جو کافر ہیں۔ اب غور کرنا چاہئے کہ حدیث شریف میں قربانی نہ کرنے والوں کے لئے کس قدر تہدید اور وعید شدید ہے (اغلاط العوم)۔

شہروں میں اپنی مصروفیات کی بناء پر عموماً لوگوں کا یہ مزاج بنا ہوا ہے کہ قربانی کے لئے کسی ایک کو پیسے دیدیتے ہیں اور یہ سمجھ بیٹھتے ہیں کہ وہ قربانی کے تمام فرائض انجام دے لے گا۔ حالانکہ فقہاء کرام نے تحریر فرمایا ہے کہ اپنی قربانی کو خود اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا افضل ہے۔ اگر خود ذبح کرنا نہیں جانتا تو دوسرے سے ذبح کرا سکتا ہے مگر ذبح کے وقت وہاں خود بھی حاضر رہنا افضل ہے اسی سلسلے میں ترغیب وترہیب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ فاطمہ! اٹھو اور اپنی قربانی کے پاس رہو (اور اسے ذبح کرتے ہوئے دیکھو) کیونکہ اس کے خون کا پہلا قطرہ جو زمیں پر گرے گا اس کے ساتھ ہی تمہارے تمام گذشتہ گناہ معاف ہوجائیں گے۔

عید قرباں کے تعلق سے ایک ضمنی بات بھی یہاں ذکر کردوں کہ آج کل ہمارے شہر میں ایک نئی وبا پھوٹ پڑی ہے کہ اکثر ذمہ داران مساجد یہ چاہنے لگے ہیں کہ اگر فلاں فلاں مسجد میں عید کی نماز ہوتی ہے تو ہماری مسجد میں کیوں نہ ہو۔ یہ مرض اب اتنا بڑھ گیا ہے کہ مرض لاعلاج کی صورت اختیار کرتا جارہا ہے۔ اتحاد اسلامی کا اصلی مظاہرہ تو اس

صورت میں ہوتا کہ جس طرح تبلیغی اجتماعات کے موقع پر سارا شہر کسی ایک جگہ جمع ہوجاتا ہے، عید کے موقع پر بھی تمام اہلیان شہر کسی بہت بڑی میدان میں جمع ہوتے اور سارے اسلامی بھائی ایک امام کی اقتداء میں نماز عید ادا کرتے۔ لیکن شہر بنگلور اور اس جیسے دوسرے بڑے شہروں میں اب یہ بات ممکن نہیں رہی۔ لیکن احقر کی رائے میں کم از کم اتنا تو ہوہی سکتا ہے کہ شہر کے جو معروف عیدگاہ اور میدانات ہیں وہیں پر نماز عید ادا کی جائے، اور اس سلسلے میں چھوٹے موٹے اعذار (راستوں کی خرابی، موسم کا رونا، عیدگاہ کی دوری) کو بہانا نہ بنایا جائے۔

بچوں کی تربیت کے سلسلے میں اقوال زرین

۱: جس بچے کی ہر وقت حوصلہ افزائی کی جاتی ہے اس میں اعتماد بڑھتا ہے۔

۲: جس بچے کا ہر وقت مذاق کیا جاتا ہے وہ بزدل ہوجاتا ہے۔

۳: جس بچے پر ہر وقت تنقید کی جاتی ہے وہ ہر چیز کو رد کرنا سیکھتا ہے۔

۴: جس بچے پر ہر وقت غصہ اتارا جاتا ہے وہ لڑاکو ہوجاتا ہے۔

۵: جس بچے پر بھروسہ نہیں کیا جاتا ہے وہ دھوکہ دینا سیکھتا ہے۔

۶: جس بچے پر ہر وقت شفقت کی جاتی ہے وہ محبت کرنا سیکھتا ہے۔

محمد سیف اللہ معدنی

بنـــاء بیت اللہ

تاریخ کے آئینہ میں

اس پورے عالم میں سب سے پہلے پانی ہی پانی تھا یعنی عناصر اربعہ میں اللہ نے سب سے پہلے پانی کو پیدا فرمایا اور اس کعبۂ مقدسہ کا ظہور سب سے پہلے اس اتھاہ سمندر میں ہوا جس کے اوپر عرش عظیم واقع ہے اور کعبۂ مقدسہ کو بصورت جہت اولاً اُس پانی میں ظاہر کیا گیا جس کی موجیں آسمان وزمین کے برابر تھیں چنانچہ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ یہ پہلا عبادت کا گھر جو پانی پر ظاہر ہوا جبکہ زمین وآسمان پیدا ہونے والے تھے اسے اللہ نے زمین بنانے سے دوہزار سال پہلے ظاہر فرمایا اور وہ پانی پر سفید مسکہ و مکھن طرح جھاگ کی صورت میں ظاہر ہوا اس کے نیچے سے زمین بنی شروع ہوئی (تاریخ الکعبہ) اور جب زمین بننے کا وقت آیا تو پانی کے اس جھاگ سے ابھرے ہوئے قبلہ نما حصہ پر جو مقام بیت اللہ تھا شدید ہوا چھوڑی گئی جس سے اس حصۂ آب میں پانی کی موجیں اور زیادہ شدت کے ساتھ ٹکرائیں اور پانی کے اس تصادم اور ٹکراؤ سے یہ جھاگ سخت ہوگئے ان میں گاڑھا پن بڑھتا گیا اور جم جم کر پتھریلی صورت اختیار کرتا گیا اس طرح پانی کے اس حصۂ خاص میں انجماد اور جماؤ پیدا ہوا اور

زمین کی چھوٹی سی سطح نمودار ہوئی جس سے زمین بننے کا آغاز ہوا۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ زمین کا یہ کرہ ابتداء پورے کا پورا پیدا نہیں کیا گیا بلکہ ابتداء جس طرح ہر چیز چھوٹی اور مختصر ہوتی ہے اسی طرح زمین کا یہ ٹکڑا مختصر تھا رفتہ رفتہ بڑھ کر اپنی حد کمال پر آکر رک گیا جو آج کل زمین ہے جس سے زمین کی پوری صورت نمودار ہوگئی جس کی اصل کعبۂ مقدسہ تھی پس یہ جہت اولاً پانی میں ظاہر ہوئی اور مختلف اطوار سے ہو کر زمین تک پہنچی جو زمین کی اصل ثابت ہوئی مگر ظاہر ہے کہ جہت کو مادی نگاہیں نہ تمیز کے ساتھ دیکھ سکتی نہ پہچان سکتی تھی جب تک اس پر کوئی علامتی عمارت یا مکانی علامت نہ ہو اور مکانی عمارت بغیر بنیادوں کے نہیں اٹھائی جاسکتی تو اللہ تعالیٰ نے ملائکہ ہی کے ذریعہ اس جہت ہی کے دائرہ میں اس کی بنیادیں کھدوائیں جو ساتویں زمین کے تہ تک کھودی گئیں جو ملائکہ ہی کا کام ہوسکتا تھا اور مادی نگاہوں سے اسے پہچاننے کے لئے اس پر کسی عمارت کے تعمیر سے پہلے یاقوتِ سرخ کا ایک خیمہ آسمان سے لاکر تان دیا گیا جس کے احاطہ میں یہ جہت آگئیں اس جہت کعبہ کی یہی اولین حسّی صورت تھی انہی قوائد یا حدود اربعہ پر حضرت آدمؑ نے اس کی کرسی بنائی جو بعد میں عمارت بیت اللہ کی بنیاد ثابت ہوئی۔

بعض روایات میں ہے کہ حضرت آدمؑ کی یہ تعمیر کعبہ حضرت نوحؑ کے زمانے تک باقی تھی اور طوفان نوح میں منہدم ہوئی اور اس کے نشانات مٹ گئے اس کے بعد حضرت ابراہیمؑ نے اللہ کے حکم سے انہی بنیادوں پر دوبارہ تعمیر کیا پھر ایک مرتبہ کسی حادثہ میں منہدم ہوگئی تو قبیلہ جرہم کی ایک جماعت نے اس کی تعمیر کی پھر ایک مرتبہ

منہدم ہوئی تو عمالقہ نے تعمیر کی پھر منہدم ہوئی تو قریش نے رسول اللہؐ کے ابتدائی زمانے میں تعمیر کی جس میں آنحضرت ﷺ بھی شریک ہوئے اور حجر اسود کو اپنے دست مبارک سے نصب فرمایا لیکن قریش نے اس تعمیر میں بنائے ابراہیمی سے کسی قدر مختلف تعمیر کی تھی ایک حصہ بیت اللہ کا بیت اللہ سے الگ کر دیا جس کو حطیم کہا جاتا اور حضرت ابراہیمؑ کی بناء میں کعبہ کے دو دروازے تھے ایک داخل ہونے کے لئے دوسرا پشت کی جانب باہر نکلنے کے لئے لیکن قریش نے صرف مشرقی دروازے کو باقی رکھا تیسرا تغیر یہ کیا کہ بیت اللہ کا دروازہ سطح زمین سے کافی بلند کر دیا تا کہ ہر شخص آسانی سے اندر نہ جا سکے۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ موجودہ تعمیر کو منہدم کر کے اس کو بالکل بنائے ابراہیمی کے مطابق بنا دوں۔ قریش نے جو تصرفات بنائے ابراہیمی کے خلاف کئے ہیں اُن کی اصلاح کر دوں، لیکن نو مسلم ناواقف مسلمانوں میں غلط فہمی پیدا ہونے کا خطرہ ہے اسی لئے سر دست اس کو اسی حال میں چھوڑتا ہوں اس ارشاد کے بعد آپؐ کی حیات زیادہ نہیں رہی، لیکن حضرت عائشہؓ کے بھانجے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ آپ کا یہ ارشاد سننے ہوئے تھے خلفائے راشدین کے بعد جس وقت مکہ مکرمہ پر ان کی حکومت ہوئی تو انہوں نے بیت اللہ منہدم کر کے ارشاد نبویؐ اور بنائے ابراہیمیؑ کے مطابق بنا دیا مگر عبداللہ بن زبیرؓ کی حکومت مکہ مکرمہ پر چند روزہ تھی ظالم الامتہ حجاج بن یوسف نے فوج کشی کر کے ان کو شہید کیا اور حکومت پر قبضہ کر کے اس کو گوارہ نہ کیا کہ عبداللہ بن زبیرؓ کا یہ کارنامہ رہتی دنیا تک ان کی مدح و

تعریف کا ذریعہ بنا رہے اس لئے لوگوں میں یہ مشہور کیا کہ عبداللہ بن زبیرؓ کا یہ فعل غلط تھا رسول اللہؐ نے اس کو جس حالت پر چھوڑا تھا ہمیں اسی حالت پر اس کو رکھنا چاہئے اس بہانے سے بیت اللہ کو منہدم کر کے اسی طرح کی تعمیر بنا دی جو زمانۂ جاہلیت میں قریش نے بنائی تھی۔ حجاج بن یوسف کے بعد آنے والے بعض مسلم بادشاہوں نے پھر حدیث مذکورہ کی بنا پر یہ ارادہ کیا کہ بیت اللہ کو از سر نو حدیث رسول کے موافق بنا دیں، لیکن اس زمانے کے امام حضرت مالک بن انسؒ نے یہ فتویٰ دیا کہ اب بار بار بیت اللہ کو منہدم کرنا اور بنانا آگے آنے والے بادشاہوں کے لئے بیت اللہ کو ایک کھلونا بنا دے گا۔ ہر آنے والا بادشاہ اپنی نام آوری کے لئے یہی کام کریگا اس لئے اب جس حالت میں بھی ہے اس حالت میں چھوڑ دینا مناسب ہے تمام امت نے اس کو قبول کیا اسی وجہ سے آج تک وہی حجاج بن یوسف ہی کی تعمیر باقی ہے البتہ شکست و ریخت اور مرمت کا سلسلہ ہمیشہ جاری رہا۔

اخلاص کے ساتھ کی گئی اصلاح، تعمیری مشورے اور تنقیدیں شکریہ کے ساتھ قبول کی جائینگی (ادارہ)

اسلامی سال

عشرۂ ذی الحجہ کی فضیلت اور اس کے اعمال

اسلامی سال کی ابتداء محرم الحرام سے ہوتی ہے اور انتہاء یعنی آخری مہینہ ذی الحجہ کا ہے اور یہ اتفاق نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے اور بندگانِ مؤمن کو سبق دینا ہے کہ سال کی ابتداء جس ماہِ محرم سے ہوتی ہے وہ مہینہ اسلام میں بہت پہلے سے بہت ہی اہمیت کا حامل ہے اس میں بہت سے واقعات پیش آئے جیسے آدمؑ کی تخلیق اور ان کو زمین پر بھیجنا اسی طرح موسیٰؑ کو فرعون سے نجات دینا وغیرہ اس ماہِ محرم کو امامِ حسینؓ کی شہادت سے انتخاب فرما کر شہادتِ حسین میں اور فضیلت بڑھا دی گئی اس طرح اسلامی سال کے پہلے مہینہ میں اسلام کی سربلندی اور سرخروئی کے لئے اور حق و باطل کی جنگ میں حق کو سرنگوں نہ ہونے دینے کے لئے حضرتِ امام حسینؓ نے اپنی اور اپنے بہتر ساتھیوں نے قربانی پیش کی اور یہ بتا دیا کہ اللہ اور اس کے رسول اور دین اسلام کے لئے مؤمن کا اپنے جان کو قربان کر دینا ہی انسانی زندگی کی معراج ہے اور اس سے انسان سرخرو ہوتا ہے۔

دوسری طرف اسلامی سال کی انتہاء یعنی اس کا آخری مہینہ ذی الحجہ ہے جس میں حضرت سیدنا ابراہیمؑ کی قربانی کی یاد تازہ کرائی جاتی ہے کہ کس طرح ایک محترم باپ اپنے چہیتے بیٹے کو جو بڑھاپے میں عطا ہوا تھا اللہ تعالیٰ کے حکم سے وادیٔ منیٰ میں ذبح

فرمانے کی پوری کوشش کر ڈالی اور اللہ کے حکم پر اپنے فرزند کو ذبح کرنے کے لئے چھری گلے پر رکھ کر چلا بھی دیا وہ تو اللہ تعالیٰ کو امتحان مقصود تھا جس میں حضرت ابراہیمؑ بہت ہی کامیاب ہوئے اور خلیل اللہ کے لقب سے ملقب کئے اور اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا **کذلک نجزی المحسنین** ہم اپنے عمدہ عمل کرنیوالے بندوں کو ایسا ہی اجر دیتے ہیں کہ اللہ کی محبت پر کائنات کی کوئی شئی بھی حقیقت نہیں رکھتی حتیٰ کہ اپنی اولاد اور عزیز و اقارب کی بھی کوئی حیثیت نہیں ہے بندۂ مؤمن کو اسلامی سال کی ابتداء اور انتہاء اور ان میں پیش آنیوالے واقعات پر غور کرنا چاہئے اور اپنے قربانی کے جذبات پیدا کرنا چاہئے کم از کم اپنی خواہشات اور غلط آرزوؤں کو تو قربان کریں جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تم میں کوئی شخص اس وقت تک مؤمن بن نہیں سکتا جب کہ اس کی تمام خواہشات میرے لائے ہوئے دین کے تابع نہ ہو جائیں ان تمہیدی باتوں کو آپ سمجھ گئے ہوں تو اب آیئے ذی الحجہ کے ابتدائی دس دن جن کو عشرۂ ذی الحجہ کہا جاتا ہے ان کی فضیلت کو سمجھیں۔

ذی الحجہ کے دس دن

یہ حج کا مہینہ ہے اس لئے اس کا نام ذی الحجہ ہے اس کے شروع کے دس دن نہایت بابرکت اور قیمتی ہیں جس طرح اللہ تعالیٰ نے ہفتہ کے سات دنوں میں جمعہ کو اور سال کے بارہ مہینوں میں رمضان المبارک کو، اور رمضان المبارک میں بھی خصوصیت کے سے اس کے آخری دس دنوں کو خاص اہمیت اور فضیلت بخشی ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ نے

ان دس دنوں کو بھی خاص رحمت وانعام کا خاص عشرہ قرار دیا ہے اور اسی لئے حج کا اہم فریضہ بھی انہی دنوں میں رکھا گیا ہے ان دس دنوں کی عظمت کا آپ اس سے اندازہ کیجئے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ان دس دنوں کی قسم کھائی ہے کہ ” **والفجر ولیال عشر** “ قسم ہے فجر کے مبارک وقت کی اور دس راتوں کی ،سورۃ الفجر اس آیت میں یہی ذی الحجہ کے شروع کے دس دن مراد ہیں۔اسی طرح سورۃ الحج کی آیت نمبر ۲۸ میں ہے **ویذکروا اسم اللہ فی ایام معلومات** اور اللہ تعالیٰ کا نام لیں مقررہ دنوں میں یہاں بھی بقول حضرت ابن عباس یہی عشرہ مراد ہے (بخاری)۔

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا **ما من ایام العمل الصالح فیها احب الی الله عزوجل من هذه الایام العشر** (بخاری) اللہ تعالیٰ کو نیک اعمال جتنے ان دس دنوں میں محبوب ہیں اتنے کس اور وقت میں نہیں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کی نظر میں نیک اعمال جتنا با عظمت اور محبوب ان دس دنوں میں ہے اتنا کسی اور وقت میں نہیں **فاکثروا فیهن من التهلیل والتکبیر والتحمید** (احمد ،ابن ابی الدنیا، بیهقی) اس لئے ان دنوں میں زیادہ سے زیادہ اللہ کی توحید اور اس کی حمد وثناء کیا کرو۔ان دنوں کا خاص عمل حج کے لئے گئے ہوئے لوگوں کے لئے اعمال حج ہیں باقی لوگوں کے لئے تیسرا کلمہ اور تکبیرات تشریق **اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد** ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ کی ایک روایت میں حضور ﷺ کا یہ ارشاد گرامی نقل ہوا ہے کہ ان

دنوں کا روزہ سال بھر کے روزوں کے برابر ہے اور ہر رات کی عبادت شب قدر کی عبادت کے برابر ہے (ترمذی ابن ماجہ بیہقی)

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے زمانہ میں ان دس دنوں کے متعلق یہ کہا جاتا تھا کہ ان میں کا ہر دن ہزار دنوں کے برابر ہے اور عرفہ کا دن نویں تاریخ دس ہزار دنوں کے برابر ہے (بیهقی ، اصهانی واسنا البیهقی لا بأس به)

عبادت اور ذکر الٰہی کی اس عام ہدایت کے علاوہ عیدین کی راتوں کو عید کی تیاریوں میں غفلت کے ساتھ گذارنے کے بجائے اسے عبادت اور یاد الٰہی سے آباد کرنا چاہئے

عرفہ کا روزہ

ذی الحجہ کے مہینہ کے ان نو دنوں میں روزے رکھنا مسنون ہے حضور ﷺ ان روزوں کا اہتمام فرماتے تھے ام المؤمنین حضرت حفصہؓ فرماتی ہے کہ ان چار کاموں کو حضور ﷺ کبھی نہیں چھوڑتے تھے (۱) محرم کی دسویں تاریخ کا روزہ (۲) ذی الحجہ کے شروع کے نو روزے (۳) ہر مہینہ کے تین روزے (۴) فجر سے پہلے کی دو سنتیں (احمد نسائی) خاص طور پر عرفہ کے روزہ کے متعلق حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ اس سے ایک سال کے اگلے اور ایک سال کے پچھلے گناہ معاف ہوجاتے ہیں (ترمذی)

جامع العلوم ایک تحریک ہے آپ اس کے ہر کام میں دلچسپی سے حصہ لیجئے (ادارہ)

تکبر اور خود پسندی انسانی ہلاکت کے اسباب ہیں

حافظ محمد سراج احمد بنگلور

تکبر اور خود پسندی جن سے آدمی کے فضائل سلب ہو جاتے ہیں اور وہ گھٹیا عادت کا خوگر ہو جاتا ہے جس میں یہ دو بیماریاں ہوں وہ کسی کی نصیحت قبول نہیں کرتا کیونکہ تکبر اپنے مقام و مرتبہ کی وجہ سے ہوتا ہے اور عجب (خود پسندی) کی بیماری اپنی خوبیوں اور فضیلت کی وجہ سے ہوتی ہے لہذا تکبر کرنے والا خود کو دیگر علم حاصل کرنے والوں سے ہوتی ہے لہذا تکبر کرنے والا خود کو علم حاصل کرنے والوں سے بلند مرتبہ سمجھتا ہے لہذا علم سے بھی علم محروم ہو جاتا ہے اور خود پسندی میں مبتلا شخص خود کو صاحب فضیلت سمجھتے ہوئے ادب و تربیت سیکھنے سے محروم رہ جاتا ہے۔

تکبر تو ناراضگی کا باعث ہے محبت و الفت سے غافل کر دیتا ہے مسلمان بھائیوں کے سینوں میں غصّے کی آگ بھڑکا دیتا ہے اس کے برے ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ ہر شخص اس کو برا سمجھتا ہے چنانچہ نبی کریم ﷺ نے اپنے چچا حضرت عباس ؓ سے فرمایا کہ میں آپ کو شرک اور تکبر سے منع کرتا ہوں کیونکہ ان دونوں چیزوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اپنی معرفت سے محروم فرما دیتے ہیں

انسان کی حقیقت

ایک مرتبہ مطرف بن عبداللہ الشخیر نے مہلب بن ابی صفرہ کو دیکھا وہ ایک نہایت

قیمتی جبہ پہنے ہوئے تھا جو زمین پر گھسٹ رہا تھا اور بہت متکبرانہ چال چل رہا تھا انہوں نے مہلب سے کہا اے اللہ کے بندے ایسی چال کیوں چل رہے ہو جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو ناراض کرے؟ مہلب نے کہا کیا تجھے معلوم نہیں کہ میں کون ہوں؟ مطرف نے کہا ہاں میں جانتا ہوں تیری ابتداء ایک گندے پانی سے ہوئی اور انتہا ایک مردار لاش کی صورت میں ہوگی۔

خود پسندی خوبیوں کی قاتل ہے

اس کی وجہ سے خوبیاں پس پشت چلی جاتی ہیں اور بری صفات ظاہر ہوتی ہیں انسان قابل مذمت افعال میں مبتلا ہو جاتا ہے اور عمدہ اعمال سے محروم ہو جاتا ہے نبی پاک ﷺ نے فرمایا کہ نیکیوں کو عجب اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑیوں کو کھا جاتا ہے۔

تواضع بڑی نعمت ہے

تواضع ایک ایسی نعمت ہے کہ جس کے پاس یہ نعمت ہو کوئی دوسرا اس نعمت والے سے حسد نہیں کرتا اور عجب وہ بلا و آزمائش ہے کہ اس میں مبتلا شخص پر کسی کو رحم نہیں آتا۔

تکبر کے اسباب

تکبر کے کچھ اسباب بھی ہیں جن کی وجہ سے آدمی تکبر میں مبتلا ہو جاتا ہے ان میں سے اہم ترین سبب اثر و رسوخ، بڑے لوگوں میں بات کا مانا جانا اور اپنے ہم منصب لوگوں سے کم سے کم ملاقات ہے۔

کچھ لوگ حضرت علیؓ کے پیچھے چلنے لگے تو آپؓ نے ان سے فرمایا کہ اپنے جوتوں کی آواز کو بھی مجھ سے دور کر لو یہ ان لوگوں کے دلوں کے لئے نقصان دہ ہیں جنہوں نے اپنے دلوں کو پاک کر لیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے پیچھے کچھ لوگ چلنے لگے تو آپؓ نے فرمایا ان سے کہ تم واپس چلے جاؤ کیونکہ یہ پیچھے آنے والے کے لئے لغزش ہے اور جس کے پیچھے چلا جا رہا ہے اس کے لئے آزمائش ہے۔

نبی کریم ﷺ کا تواضع

ایک شخص کو رسول اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں لایا گیا وہ ڈر کے مارے تھر تھر کانپنے لگا آپ ﷺ نے جب اس کی یہ کیفیت دیکھی تو فرمایا کہ گھبراؤ مت میں تو صرف ایک ایسی عورت کا بیٹا ہوں جو خشک گوشت کے ٹکڑے کھایا کرتی تھی۔

آپ ﷺ نے یہ بات صرف اس لئے ارشاد فرمائی تا کہ تکبر کا مادہ ختم ہو جائے خود پسندی کا سدباب ہو جائے اشراف نفس اور خود کو بڑا سمجھنے کا مادہ بالکل ختم ہو جائے۔

خود پسندی

ان کے اسباب میں سے ہے انسان ان لوگوں کی صحبت اختیار کرے جو اس کی تعریف کرتے ہیں اور خوشامدوں اور چاپلوسیوں میں مشغول رہتے ہیں اور یہ وہ لوگ جنہوں نے منافقت کو عادت اور کمائی کا ذریعہ بنالیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کو کسی اور آدمی کی تعریف کرتے ہوئے سنا تو فرمایا تم

نے اس کی شاخ کاٹ دی اگر وہ اس کو سن لیتا تو اس کے بعد کامیاب نہ ہو سکتا۔

نیک مسلمانوں سے سبق لینا چاہئے

عقلمند کے لئے یہ مناسب ہے کہ وہ اپنے سچے دل والے (مسلمان) بھائیو سے ہدایت حاصل کرے جو اپنے دلوں کو ان بیماریوں (تکبر وعجب) سے پاک کر چکے ہیں اور اپنی خوبیوں اور عیوب کو یکساں طور پر جانچنے والے ہیں اور عیوب کی نشاندہی پر ان کی اصلاح کی کوشش کرتے ہیں، حضرت انسؓ سے روایت کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''ایک مؤمن دوسرے مؤمن کا آئینہ ہے جب وہ اس میں کوئی عیب دیکھتا ہے تو اس کو ٹھیک کر دیتا ہے۔ حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے جو ہمارے عیوب سے آگاہ کرے۔

کسی حکیم نے کہا ہے کہ جس نے تین چیزیں حاصل کر لی اسے تین چیزیں حاصل ہو گئی، جس نے فضول خرچی سے نجات پالی اس نے عزت حاصل کر لی، جس نے کنجوسی سے نجات حاصل کر لی اس نے شرافت پالی، جس نے تکبر سے نجات حاصل کر لی اس نے بزرگی پالی۔

مضطرب ہوں روضہ اقدس پہ جانے کے لئے
دل کے ٹکڑے ڈھونڈ لایا ہوں چڑھانے کے لئے

اسلام اور انسانی حقوق

حافظ سید صدیق اللہ داونگرہ

بندۂ مؤمن پر دو طرح کے حقوق لازم ہیں ایک حقوق اللہ یعنی اللہ کے حقوق جیسے نماز، روزہ وغیرہ یہ احکام اللہ تعالیٰ کے حقوق ہیں، سب سے بڑا حق تو اللہ تعالیٰ کا یہ ہے کہ شرک سے بچا جائے شرک جلی ہو یا شرک خفی ہر طرح کے شرک سے بچنا، دنیا و آخرت کی بربادی سے بچنے کی کوشش کرنی چاہئے اور اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ پناہ بھی مانگنا چاہئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لئے دعا سکھائی ہے.

شرک کی اللہ تعالیٰ کے ہاں معافی نہیں ہے اگر مرنے سے قبل توبہ نہ کیا اور ایمان نہ لایا تو ہمیشہ جہنم میں جانا پڑے گا قرآن مجید میں کئی جگہ ہے ایک جگہ یہ آیت ہے "اللہ تعالیٰ شرک معاف نہیں فرمائے گا اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ کے جتنے حقوق ہیں انہیں اللہ تعالیٰ چاہیں تو معاف فرمادیں گے لیکن حقوق کی دوسری قسم یعنی حقوق العباد بندوں کے حقوق جیسے کسی کو ستانا، مارنا، گالی دینا، کسی کی غیبت کرنا، کسی پر الزم تراشی کرنا، کسی کی عزت سے کھیلنا، ناحق کسی کے مال کو باطل طریقے پر کھالینا، کسی کی زمین پر قبضہ کر لینا وغیرہ، ان کی معافی اللہ تعالیٰ کے دربار میں نہیں ہے جب تک کہ حق والا بندہ معاف نہ فرمادے اللہ تعالیٰ معاف نہیں فرمائیں گے اس کے لئے پہلے حق والے سے معافی مانگنا لازم ہے، اگر دنیا میں معافی نہیں مانگا، یا جس کا حق دبایا تھا یا مال ہتھیایا تھا واپس کرنا

پڑے گا اگر نہ کیا قیامت میں بہت مہنگا پڑے گا، حق والے کے حق کے بدلہ میں ہماری نیکیاں اس کو دینا پڑے گا اور دینے کے لئے نیکیاں نہیں رہیں گی حق والے کے گناہ لے کر حق دبانے والے کے اعمال میں ڈال دیئے جائیں گے اس کو رسول اللہ ؐ نے ایک حدیث میں بے حد عجیب انداز میں سمجھایا ہے، ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام ؓ سے سوال فرمایا، اتدرو ن من المفلس ، کیا تم جانتے ہو مفلس کون ہے؟ صحابہ کرام ؓ اپنی سمجھ کے مطابق جواب دیا کہ ، من لا درھم ولا دینا ر لہ، جس کے پاس درہم و دینار روپیہ پیسہ نہ ہو اس کو مفلس کہتے ہیں، آپ ؐ نے فرمایا مفلس یہ نہیں ہے بلکہ مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن پہاڑوں جیسی اور قیمتی مقدار کی نیکیاں لائے گا اور اپنے بارے میں ضرور یہ سمجھے گا کہ وہ ضرور بالضرور جنت میں جائے گا لیکن اس نے چونکہ دنیا میں انسانوں کے حقوق مارے ' ناحق مال کھایا، کسی کو ستایا، کسی کو گالی دی کسی کی غیبت کی وغیرہ اس طرح انسانوں کے بے حساب حقوق اس پر واجب الادا ہونگے جب یہ نیکیاں لے کر حاضر ہوگا تو دوسری طرف حقوق مانگنے والے بھی حاضر ہونگے اور اللہ تعالیٰ سے اپنے حقوق مانگیں گے اللہ تعالیٰ فرشتوں کو حکم دیں گے ہر حق والے کو اس کے حق کے بدلہ میں اس کی نیکیاں عطا کی جائیں نیکیاں تقسیم ہوتی رہیں گی اور حقوق والے باقی رہ جائیں گے لیکن نیکیاں جو بے حساب تھیں ختم ہوجائیگی تو اللہ تعالیٰ حکم دیں گے کہ حق والے کے برائیاں لے کر حق مارنے والے پر ڈال دی جائیں چنانچہ حق والوں کے برائیاں لے لے کر حق مارنے والے پر ڈال دئے جائیں گی حال یہ ہوگا جو شخص پہاڑوں جیسی نیکیاں لے کر آیا تھا اس کی تمام نیکیاں حقوق والوں پر تقسیم

ہو جائیگی اور حقوق والوں کی برائیاں اس پر پہاڑوں جیسی اور قھنی جمع ہو جائیں گی اللہ کے رسولؐ نے ارشاد فرمایا یہ حقیقی مفلس ہے، جو آیا تھا تو بے حساب نیکیاں رکھنے کی وجہ سے انتہائی مالدار تھا اب حقوق کی وجہ پہاڑوں جیسی برائیاں اوپر لادے ہوئے مفلس کی طرح انتہائی پریشان وحیران ہوگا اور اس کا ٹھکانہ جہنم کے علاوہ اور کچھ نہ ہوگا'' وبئس المصیر'' اور یہ ٹھکانہ کتنا ہی بُرا ٹھکانہ ہوگا یہ بندوں کے حقوق کا معاملہ بڑا سنگین ہے کہ اس کی معافی بندوں سے دنیا میں ہی کرالینا اور معافی مانگ لینا اور اگر حق مارا ہے تو ادا کر دینا چاہئے اس لئے کہ کل قیامت میں حق والا کسی صورت میں اپنا حق وصول کرے بغیر نہیں چھوڑے گا، یہاں دنیا میں صفائی اور معافی کر لینا ممکن ہے۔

قرآن مجید کی سورۂ حجرات میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے لوگو: ہم نے تم کو ایک مرد وعورت (آدمؑ وحواءؑ) سے پیدا کیا ہے اور تم کو مختلف قومیں اور خاندان بنایا تا کہ ایک دوسرے کو پہچان سکو اللہ کے نزدیک تم میں سب سے بڑا شریف وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو اور اللہ کو خوب جاننے والا اور پورا باخبر ہے (سورۂ حجرات آیت ۱۳) اس آیت میں ایک جامع تعلیم ،انسانی مساوات کی دی گئی ہے کہ کوئی انسان ایک دوسرے کو کمتر یا رذیل نہ سمجھے اور اپنے حسب ونسب یا خاندان یا مال ودولت وغیرہ جیسی خارجی چیزوں پر فخر نہ کرے، کیونکہ یہ چیزیں درحقیقت تفاخر کی نہیں ہے چنانچہ تمام انسان ایک ہی ماں باپ کی اولاد ہونے کی حیثیت سے بھائی بھائی ہیں باقی جو چیزیں ہیں وہ تفاخر کے لئے نہیں ہے بلکہ تعارف کے لئے ہیں اس اعتبار سے ہر انسان کا دوسرے انسان پر بلالحاظِ مذہب وملت یہ حق ہے کہ اس کا احترام کرے اور اس کی خیر

خواہی کا آرزومند رہے اپنی طرف سے اسے کوئی تکلیف نہ پہونچائے دوسرے کو اچھی حالت میں دیکھے تو خوشی کا اظہار کرے اور اگر اس پر کوئی تکلیف آ پڑے یا وہ کسی مصیبت میں مبتلا ہو جائے تو اس کی مدد کرے اس کے ساتھ بھائی چارگی کا معاملہ کرے یہ انسانیت کا تقاضا ہے اور ظاہر ہے کہ انسانیت انسان کا سب سے بڑا جوہر ہے کسی حال میں بھی خود کو اس جوہر سے الگ نہ کرے انسانیت کے جوہر سے الگ حیوانیت کا روپ اختیار کر لینا انسانیت پر بدنما داغ ہے۔اور ایسا شخص انسان کہلانے کا مستحق نہیں رہتا لہذا اس نسبت سے کہ ہر انسان اللہ کی مخلوق ہے اس کے ساتھ عمدہ سلوک لازمی ہے اسی کو رسول اللہ ﷺ نے یوں فرمایا'' **الخلق عیال اللہ فاحب الخلق الی اللہ من احسن عیا لہ**'' ساری مخلوق اللہ کا کنبہ ہے تمام مخلوق میں اللہ کے نزدیک سب سے پسندیدہ شخص وہ ہے جو اس کے کنبے کے افراد کے ساتھ عمدہ سلوک کرتا ہو۔

پھر نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ'' **کلکم من آدم و آدم من تراب**'' تم تمام اولادِ آدم ہو اور آدمؑ مٹی سے بنائے گئے ہیں چنانچہ سب ایک ماں باپ کی اولاد ہونے کی وجہ سے ایک دوسرے کے ساتھ حسن سلوک اور بھائی چارگی کا سلوک کرنا بھلائی کا معاملہ کرنا ضروری ہے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا'' **لا فضل لعربی علی عجمی**'' کسی عربی کو عجمی پر کوئی فضیلت نہیں اسی طرح ''**لا فضل لعجمی علی عربی**'' کسی عجمی کو عربی پر فضیلت نہیں ہے اسی طرح گورے کو کالے پر کسی مالدار کو غریب پر کوئی فضیلت یا بڑائی کا تصور اسلام میں سرے سے ہے ہی نہیں ہاں فضیلت کا معیار تقویٰ پر اور پرہیزگاری پر ہے۔

جہاں تک ایک دوسرے کا احترام ایک دوسرے کی خیر خواہی رحم وشفقت کرنا اسلام نے اس سلسلہ میں بڑی واضح ہدایات دی ہیں

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا'' **لا یر حم اللہ من لا یرحم الناس** '' اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم نہیں فرماتے جو لوگوں پر رحم نہ کرے اس حدیث میں نبی اکرم ﷺ نے انسانوں کو ہمدردی اور حسن سلوک کا سبق دیا ہے اور ظلم وزیادتی سے روکا ہے اللہ کی مخلوق پر رحم کرنا ایسا عمل ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی اس پر رحم فرماتے ہیں ایک اور حدیث میں اللہ کے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا حضرت عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو لوگ انسانوں پر رحم کرتے ہیں خدائے رحمٰن ان پر رحم فرماتے ہیں اے لوگو! زمین والوں پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحم کرتا ہے۔

خاص ہدایات : اس سے آگے معاشرہ میں خیر آئے اس کے لئے رسول اللہ ﷺ نے خاص خاص احکامات بھی دئے ہیں چنانچہ عمر رسیدہ لوگوں کے احترام میں فرمایا: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو نوجوان کسی بوڑھے شخص کا محض بڑھاپے کی وجہ سے احترام کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے بوڑھے ہونے کے وقت ایسے شخص پیدا فرمائے گا جو اس کی تعظیم کرینگے۔

دوسری حدیث میں ارشاد فرمایا گیا'' **من لم یر حم صغیر نا ولم یؤقر کبیرنا فلیس منا** '' جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور بڑوں کی عظمت وعزت نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ کی ماں مسلماں نہیں تھی اور رسول اکرم ﷺ کو بُرا بھلا کہا کرتی تھی پھر بھی نبی کریم ﷺ نے ہمیشہ حضرت ابو ہریرہؓ کو اپنی ماں کے ساتھ حسن سلوک کی ہدایت کیا کرتے تھے بعد اس حسن سلوک کی وجہ سے اُن کی ماں مسلمان ہوگئی۔

نیز نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ وہ شخص مؤمن نہیں جو خود پیٹ بھر کر کھائے اور اس کا پڑوسی بھوکا سوجائے۔

دوسری حدیثوں سے ثابت ہے کہ اگر پڑوسی غیر مسلم بھی ہے تو اس کے ساتھ حسن سلوک کرنا، کھلانا پلانا ہمیشہ بھلائی کا سلوک کرنے کا حکم رسول اللہ ﷺ نے دیا ہے۔

قرآن مجید نے اپنے ماننے والوں کو حکم دیا ہے کہ'' اگر کوئی تمہارے ساتھ غلط سلوک کرے تو اس کا جواب اچھے انداز سے دو اس کا اچھا نتیجہ نکلے گا'' کہ وہ تمہارا دوست ہوجائے گا اس کو رسول اللہ ﷺ نے یوں ''**اَحْسِنْ الی من اساء اِلَیْکَ**'' اس کے ساتھ اچھا سلوک کرو جو تمہارے ساتھ بُرا سلوک کرے اندازہ لگائیے کہ اس طرح اعمال سے معاشرہ میں کس قدر رحمت آئے گی اور کتنی اچھائیاں پیدا ہونگی اس کا تصور کرنا مشکل نہیں ہے۔

قرآن مجید میں بے شمار ایسی آیتیں ہیں جن سے انسانی معاشرہ میں حقوق کی پاسداری کا خیال رکھنے کے لئے احکامات جاری فرمائے ہیں چنانچہ سورہ مائدہ میں فرمایا: اے ایمان والو معاملات کو پورا کیا کرو۔

دوسری جگہ ارشاد فرمایا'' اس قوم کی نفرت جس نے تم کو کعبہ سے روکا تھا تم کو اِدھر کھینچ کر نہ لا جانے پائے کہ تم بھی اُن پر زیادتی کرنے لگو۔ نیز فرمایا نیکی اور خدا سورۂ بقرہ

میں ایک جگہ ارشاد فرمایا: نیک کاموں میں سبقت دکھلاؤ۔

حقوق دینے کے سلسلہ میں اسلام دنیا کا وہ واحد کامل ومکمل مذہب ہے جس کی نظیر بلاشبہ نہیں ملتی چنانچہ عورتوں کے حقوق کے بارے میں فرمایا ''**ولھن مثل الذین علیھن بالمعروف** (بقرہ) عورتوں کے بھی حقوق ہیں جیسا کہ مردوں کے حقوق عورتوں پر ہیں۔

بچوں کے حقوق کے بارے میں قرآن حکیم نے حکم دیا ہے وَلَا تَقْتُلُوْا أَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ إِمْلَاق (بنی اسرائیل) تنگدستی کے ڈر سے تم اپنی اولاد کو نہ مارا کرو ماں باپ کے حقوق کے سلسلہ میں بے شمار آیات ہیں فرمایا ماں باپ کے ساتھ عمدہ ترین برتاؤ کرو۔

حکومت کے حقوق کے بارے میں فرمایا" اے ایمان والو اللہ کی اطاعت اور رسول کی اطاعت اور اپنے امیروں کی اطاعت کی فرمانبرداری کرو۔

فساد اور بے امنی کے بارے میں قرآن حکیم نے اپنے ماننے والوں پر واضح کیا کہ (بقرہ) اللہ فساد کو پسند نہیں کرتا وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْأَرْض (قصص) دنیا میں فساد نہ پھیلاؤ تمام حقوق کی ادائیگی کے بارے میں فرمایا قرابت داروں اور مساکین کا حق ادا کرو۔

یہ آیات نمونے کے طور پر پیش کی گئی ہیں پورے قرآن مجید اور احادیث کے ذخیرے کے مطالعے سے پتہ چل جائے گا اور مل چکا ہے طے شدہ بات ہے کہ اسلام چاہتا ہے مسلمان اللہ کا سچا بندہ اہل دین کا کامل ہمدرد، تمام انسانوں کا خیرخواہ، والدین

کا سعادت مند بیٹا، تمدن کا پورا محافظ اور اچھا شہری، وفادار، راست گو، صلح پسند، فساد کا دشمن، نسل انسانی کا دوست دار ہو۔

مندرجہ ذیل بالا چند آیات واحادیث سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اسلامی تعلیمات نے قوم وملت کے فرق کو مٹا کر محض انسانیت کے ناطے دوسرے شخص کے ساتھ رحم و شفقت اور حسن سلوک کا حکم کس درجہ میں دیا ہے اور سب انسانوں کے ساتھ بھلائی کی تعلیم دی ہے

سچی بات یہ ہے کہ جس شخص میں انسانیت کا قیمتی جوہر ہوتا ہے دنیا میں اس کی قدر ہوتی ہے لوگ اس کو عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں نیک نامی ہوتی ہے اور اس کے مرنے کے بعد اس کا ذکر خیر ہوتا ہے لہذا ایسی پاکیزہ زندگی گذارنا چاہئے کہ اس کی ذات سے کسی کو تکلیف نہ پہونچے کہ زندگی بھی خیر کے ساتھ گذر جائے اور مرنے کے بعد بھی ذکرِ خیر ہو۔ اللہ کرے جہاں تک ہمارا اختیار ہے وہاں تک ایسا ماحول پیدا کریں۔

حدیث شریف

حضرت عائشہ صدیقہؓ راوی ہیں آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ ایام نحر ذی الحجہ کی ۱۱،۱۲،۱۳ تاریخ میں آدم کے کسی بیٹے کا کوئی عمل اللہ تعالیٰ کے پاس قربانی کا خون بہانے سے زیادہ پسندیدہ نہیں (ترمذی ج ۱)

اسلام میں خدمت خلق کی اہمیت

حافظ ظہور محمد شریف میسور

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے’’ **وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون**‘‘ میں نے جنات وانسان کو صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے (سورۃ ذاریات)

عبادت سے کیا مراد ہے؟ تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ عبادت میں دو چیزیں داخل ہیں ایک ’’**تعظیم لامر اللہ**‘‘ یعنی اللہ کے تمام احکام اور رسول اللہ ﷺ کے تمام اوامر ونواہی کو بجالانا اور سارے احکام کی عظمت اپنے دل میں پیدا کرکے عمل کی طرف راغب ہونا۔

دوسری چیز جو عبادت میں داخل ہے وہ ہے ’’ **والشفقة علی خلق اللہ** ‘‘ اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوقات کے ساتھ شفقت ونرمی برتنا، ان کے کام آنا، ان کی خدمت کرنا مخلوقاتِ الٰہیہ کے ساتھ کوئی بُرا سلوک نہ کرنا، اس کو آسان لفظ میں کہنا چاہیں تو ’’خدمت خلق‘‘ سے تعبیر کرسکتے ہیں۔

جی ہاں! اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے تمام احکام کی تعمیل کے ساتھ عبادت کی تکمیل کے لئے اللہ کی مخلوقات کے ساتھ اچھا سلوک کرنا ضروری ہے، اس کو نبی اکرم ﷺ نے یوں فرمایا’’ **الخلق عیال اللہ فاحب الخلق الی اللہ من احسن الی عیالہ** ‘‘ یعنی تمام مخلوقات اللہ تعالیٰ کا کنبہ (فیملی) ہے اور ان تمام مخلوقات میں سب سے اچھا انسان وہ ہے جو اللہ کے کنبہ کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک بار اللہ تعالیٰ سے سوال فرمایا اے اللہ تیرے بندوں میں تیرے نزدیک سب سے پسندیدہ کون ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب آیا موسیٰ میرے بندوں میں سب سے زیادہ پسندیدہ وہ بندہ ہے جو اپنے کسی دوسرے بندے کے پیر کانٹا چبھنے کی خبر سن کر ایسا رنجیدہ ہوجائے جیسے اس کے پیر میں کانٹا لگا ہو۔

نبی پاک ﷺ نے جہاں ایمان کے شعبے گنائے ہیں وہیں یہ بھی فرمایا حیاء ایمان کا شعبہ ہے اور یہ بھی فرمایا کہ راستے سے تکلیف دینے والی چیز کا ہٹادینا تاکہ کسی انسان یا راہ گیر کو تکلیف نہ ہو یہ بھی ایمان کا شعبہ ہے اور اس پر صدقہ کا ثواب ہے۔

ایک روایت میں یہ فرمایا’’ **خیر الناس من ینفع الناس**‘‘ لوگوں میں سب سے بہتر وہ ہیں جو لوگوں کو نفع پہنچاتے ہیں۔

حضرت سیدنا صدیق اکبرؓ کا ایک عجیب قول ہے کہ فرمایا جس طرح مال کی زکوۃ واجب ہے اسی طرح جسم کی بھی زکوۃ ہے اور جسم کی زکوۃ ’’خدمت خلق ہے‘‘۔

پیغمبر اسلام ﷺ کی مشہور ومعروف حدیث ہے آپ ﷺ نے فرمایا ایمان کامل کی علامت یہ کہ تم دوسروں کے لئے وہی پسند کرو جو اپنے لئے پسند کرتے ہو اور دوسروں کے لئے وہی ناپسند کرو جو اپنے لئے ناپسند کرتے ہو۔ نیز آپ ﷺ نے فرمایا مسلمان مسلمان کے لئے بھائی ہے کوئی ایک دوسرے پر ظلم نہ کرے اور دوسرے کو ظلم سہتا ہوا نہ چھوڑے، جو مسلمان دوسرے شخص کی ضرورت پورا کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی ضرورت کو پورا فرماتے ہیں اور جو کوئی دوسرے کی پریشانی کو دنیا میں دور کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی قیامت کے دن پریشانی کو دور فرماتے ہیں اور جو کوئی دوسرے شخص کے عیب کو چھپاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے عیبوں کو قیامت کے دن چھپاتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کی جامع حدیثوں میں سے ایک ہے **"الدین النصیحة"** دین خیر خواہی کا نام ہے، صحابہ کرامؓ نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ کس کے ساتھ خیر خواہی کرنے کا نام دین ہے فرمایا اللہ کے ساتھ خیر خواہی یہ ہے کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، رسول اللہ ﷺ کی اطاعت وفرمانبرداری کرو کہ ان پر ایمان لاؤ، ان کی اطاعت ومحبت اور ادب کو لازم کرو، ائمة المسلمین کے ساتھ خیر خواہی یہ ہے کہ حدودِ شریعت میں رہ کران کی اطاعت کرواور پھر عام مسلمانوں اور انسانوں کے ساتھ خیر خواہی کرو کہ ہر ایک کو حتی الامکان نفع پہنچاؤ، کبھی کسی کا بُرا نہ چاہو اور بُرا نہ کرو۔ دنیا میں دوسروں کے ساتھ بھلائی کا سلوک کرنے والا اللہ تعالیٰ کی رحمت وشفقت کا حقدار ہو جاتا ہے۔

حدیث پاک میں ہے **"ارحموا من فی الارض یرحکم من فی السمآء"** تم زمین والوں پر مہربانی کروتم پر آسمان والا رحم کریگا۔

خود نبی کریم ﷺ نے خدمت کا ایسا اپنا ریکارڈ چھوڑا ہے کہ رہتی دنیا تک اس کی کوئی مثال پیش نہیں کی جاسکتی، نبوت کے اظہار سے قبل آپ ﷺ کی عمر مبارک بیس سال تھی عربوں میں جنگوں اور ظلم وزیادتیوں کو روکنے کے لئے ایک عہد نامہ "حلف الفضول" کے نام سے قائم فرمایا گیا، جس کے دفعات یہ تھے۔ ملک سے بدامنی دور کریں گے، مسافروں کی حفاظت کرینگے، کمزور کو طاقت ور کے ظلم وستم سے نجات دلائیں گے، اس پر تمام کو عہد لیا کہ ان دفعات کے لئے تمام کام کریں گے اور پھر نبوت کے بعد آپ نے جو خدمتِ خلق کی اس کی گواہی حضرت سیدہ خدیجۃ الکبریٰؓ نے یوں دی جب آپ ﷺ پر پہلی وحی اتری اور آپ پریشان حال گھر آئے اور فرمایا خدیجہ مجھے کمبل اڑھاؤ مجھے جان کا خوف محسوس

ہورہا ہے تو حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ نے ان الفاظ سے تسلی دی **"کلا واللہ لا یخزیک اللہ ،انک لتصل الرحم وتحمل الکل وتکسب المعدوم وتقری الضیف وتعین علی نوائب الحق"** ہرگز نہیں! اللہ آپ کو ضائع نہیں کریگا، نقصان پہونچنے نہیں دے گا اس لئے کہ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں مجبوروں کا بوجھ اٹھاتے ہیں نادار کے لئے انتظام کرتے ہیں اور مہمانوں کی میزبانی کرتے ہیں اور جو حق پر ہے اس کی مدد کرتے ہیں۔

یہ پندرہ سالہ اخلاق وکردار اور خدمتِ خلق کا مکمل ریکارڈ ہے جو حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ نکاح کے بعد گذارے ہیں معلوم ہوا کہ خدیجۃ الکبریٰؓ کی ساری دولت ان خدمتِ خلق کے کاموں میں خرچ ہوگئی۔ حضور اکرم ﷺ کی پوری زندگی ایسے ہی کاموں سے عبارت ہے مسلمانوں کو چاہئے کہ اس اسوۂ حسنہ کو سامنے رکھیں ہمیشہ جو کماتے ہیں اسمیں کچھ حصّہ مخلوق خدا کی نفع رسانی کے لئے خرچ کریں اگر روپیہ پیسہ خرچ نہ کر سکتے ہوں تو جسمانی مدد کرنے میں کوئی خرچ نہیں ہوتا جیسے کسی بیمار کو ہاسپٹل پہونچا دینا، کسی بوڑھے کا سامان اٹھا دینا، کسی کمزور کو راستہ پار کرا دینا، کسی تکلیف دینے والی شئی کو راہ سے ہٹا دینا وغیرہ۔

اس سے بڑھ کر بلا کسی غرض کے صرف خدا کی رضا وخوشنودی کے لئے آپس میں ہم خیال نوجوانوں کو تشکیل دیں ہر محلّہ میں تشکیل دین اور اس محلّہ کی حد تک خدمت کا ریکارڈ قائم کریں، جو بچے اسکول نہیں جاتے انہیں اسکول پہونچائیں، کتابوں کپڑوں کی مدد کریں، غریب لڑکیوں کی شادیوں کا انتظام کریں، کبھی پھل پھلاریوں کا انتظام کرکے

ہاسپٹلوں میں جا کر بلا لحاظ مذہب وملت بیماروں میں تقسیم کریں، لیکن یاد رہے یہ تمام صرف ایک نیت سے ہوں ہمارا خالق و مالک ہماری اس خدمتِ خلق سے ہم سے راضی ہوجائے۔

نفیس، عمدہ اور بھروسہ مند پلائی اوڈ کا معیاری مرکز

Syed Noor ul Ameen(a) Anwar
Syed Maqsood Ul Ameen
Syed Ikram Ul Ameen

S .S. A

PLYWOOD'S & TIMBER CENTER
#:7/1,Al Salam Complex
Nagwara Main Road
Next to P & T Colony Bus Stop
Bangalore-560045

Ph No:25480731,25807600
Mob:9945340447,9845964675
9742587786,

اسلام میں اخلاق حسنہ کا مقام ومرتبہ

حافظ شیخ مجیب اللہ گورنٹلہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے اسلام کو بطور دین کے پسند فرمایا لہٰذا حسن خلق اور سخاوت کے ذریعہ اس کا اکرام کرو کیونکہ یہ (اسلام) انہی دو چیزوں سے مکمل ہوتا ہے۔

بداخلاقی بدترین بیماری ہے: احنف بن قیس نے ایک مرتبہ لوگوں سے پوچھا کہ کیا میں تمہیں سب سے زیادہ بدترین بیماری نہ بتاؤں؟ لوگوں نے کہا ضرور تو آپ نے کہا کہ بداخلاقی اور گندی زبان سب سے زیادہ خطرناک بیماریاں ہیں۔

جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ: اچھے اخلاق اور اچھے پڑوسی سے گھر آباد ہوتے ہیں اور عمر میں اضافہ ہوتا ہے۔ خوش اخلاق کے دشمن کم ہوتے ہیں: چنانچہ جس شخص کے اخلاق اچھے ہوں اس کے دوست احباب زیادہ اور دشمن کم ہوتے ہیں اسی وجہ سے اس کے لئے مشکل کام بھی آسان اور سخت دل نرم ہوجاتے ہیں۔

اخلاق کی وسعت رزق کے خزانے کھولتی ہے: کسی حکیم کا مقولہ ہے کہ: اخلاق کی وسعت (خوش اخلاقی) رزق کے خزانے کھول دیتی ہے اور اس کا سبب اچھے اور سعادت مند دوستوں کی زیادتی اور بے وفاؤں اور دشمنوں کی کمی۔ اسی لئے آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے تم میں سب سے زیادہ پسندیدہ وہ ہیں جس کے اخلاق اچھے ہوں۔

اچھے اخلاق کیا ہیں

اچھے اخلاق یہ ہیں کہ انسان سادہ طبیعت، نرم مزاج، خوشگوار چہرے، عمدہ گفتگو اور بہت کم ناگواری کا اظہار کرنے والا ہو اور آپ ﷺ نے بھی اوصاف بیان فرمائے ہیں کہ اہل جنت سب کے سب سیدھے سادہ، نرم اور خوش گوار چہرے والے ہوں گے۔(الحدیث) اسی لئے ہم نے ان اوصاف میں سے چند مخصوص اوصاف بیان کردیئے ہیں۔ یہاں کدورت سے مراد فحش کلامی اور بداخلاقی نہیں کیونکہ یہ تو بُری چیزیں ہیں ان کو کوئی اچھا نہیں سمجھتا یہ تو ایسے عیب ہیں جن سے کوئی راضی نہیں ہوتا بلکہ کدورت سے مراد وہ ناگواری ہیں جسے دیکھ کر کوئی شخص ایسی کسی حرکت کے ارتکاب سے رک جاتا ہیں جس پر اس کو ملامت و مذمت کا اندیشہ ہوسکتا تھا لہٰذا جب یہ معلوم ہوگیا کہ حسنِ اخلاق کے کچھ مقررہ حدود اور موقع محل ہوتے ہیں تو یہ بھی معلوم ہوگیا کہ اگر آدمی ان حدود سے آگے بڑھ جائے تو خوشامدی بن جائے گا اور اگر حسن اخلاق کا اظہار موقع و محل کی مناسبت سے نہ کیا جائے تو آدمی منافق بن جاتا ہیں۔

حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ لوگوں میں سے سب سے بدترین آدمی وہ ہے جو دو چہروں والا (دوغلا) ہو اس کہ پاس اس چہرے کے ساتھ آئے اور اس کے پاس دوسرے چہرے سے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دو چہروں والے کے لئے اللہ کے ہاں کوئی مقام و مرتبہ ہو۔

سعید بن عروہ کہتے ہیں کہ اگر میرا چہرہ آدھا ہوا اور زبان بھی آدھی ہو تو اپنی تمام تر بدصورتی کے باوجود یہ دونوں چیزیں (یعنی آدھا چہرہ اور آدھی زبان) مجھے اس سے زیادہ پسند ہیں کہ میں دو چہروں والا (دوغلا) دوزبانوں والا اور دو مختلف باتوں والا ہوں۔

ایک دفعہ نجاشی کے ہاں سے ایک سفارت آئی، آپ نے اس کو اپنے ہاں مہمان رکھا اور خود بنفس نفیس مہمانداری کے تمام کام انجام دئے، صحابہ نے عرض کیا کہ ہم یہ خدمت انجام دیں گے، ارشاد ہوا کہ ان لوگوں نے میرے دوستوں کی خدمت گذاری کی ہے اس لئے میں خود ان کی خدمت گذاری کرنا چاہتا ہوں۔

عتبان بن مالکؓ جو اصحاب بدر میں تھے ان کی بینائی میں فرق آگیا تھا آنحضرت ﷺ کی خدمت اقدس میں آکر درخواست کی کہ میں اپنے محلّہ کی مسجد میں نماز پڑھاتا ہوں؟ لیکن جب بارش ہوجاتی ہے تو مسجد تک جانا مشکل ہوجاتا ہے اس لئے اگر آپ میرے گھر میں تشریف لاکر نماز پڑھ لیتے تو میں اسی جگہ کو سجدہ گاہ بنالیتا، دوسرے دن صبح کے وقت آپ حضرت ابوبکر صدیقؓ کو ساتھ لیکر ان کے گھر گئے اور دروازہ پر ٹھہر کر اجازت مانگا، اندر سے جواب آیا تو گھر میں تشریف لے گئے اور دریافت فرمایا کہ کہاں نماز پڑھوں؟ جگہ بتادی آپ نے تکبیر کہہ کر دو رکعت نماز ادا کی، نماز کے بعد لوگوں نے کھانے کے لئے اصرار کیا، ایک خاص قسم کا کھانا تیار کیا گیا، محلّہ کے تمام لوگ کھانے میں شریک ہوئے، حاضرین میں سے کسی نے کہا کہ مالک بن دخیش نظر نہیں آتے ایک نے کہا وہ منافق ہے، ارشاد فرمایا یہ نہ کہو وہ لاالہ الااللہ کہتے ہیں، لوگوں نے کہا

ہاں، ان کا میلان منافقین کی طرف ہے، آپ نے فرمایا کہ جو شخص خدا کی مرضی کیلئے لا اله الا الله کہتا ہے خدا اس پر آگ کو حرام کردیتا ہے۔

ابتدائے ہجرت میں خود آنحضرت ﷺ اور تمام مہاجرین انصار کے گھر میں مہمان رہے تھے دس دس آدمیوں کی ایک ایک جماعت ایک ایک گھر میں مہمان اتارے گئے تھے، مقداد بن اسودؓ کہتے ہیں کہ میں اس جماعت میں تھا جس میں خود آنحضرت ﷺ شامل تھے، گھر میں چند بکریاں تھیں جن کے دودھ پر گذارا تھا دودھ چکتا تو سب لوگ اپنے اپنے حصّہ کا پی لیتے اور آپ کے لئے پیالہ میں چھوڑ دیتے ایک شب کا واقعہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی تشریف آوری میں تاخیر ہوئی لوگ دودھ پی پی کر سو رہے ہیں، آپ نے آکر دیکھا تو پیالہ خالی پایا، خاموش ہو رہے پھر فرمایا' خدایا جو آج کھلا دے اس کو تو بھی کھلا دینا، حضرت مقداد بن اسودؓ چھری لیکر کھڑے ہوئے کہ بکری کو ذبح کرکے گوشت پکایا آپ نے روکا اور بکری کو دوبارہ دُوہ کر جو کچھ نکلا اسی کو پی کر سو گئے اور کسی کو اس فعل پر ملامت نہ کی۔

ابوشعیبؓ ایک انصاری تھے ان کا غلام بازار میں گوشت کا دوکان رکھتا تھا ایک دن وہ خدمت اقدس میں آئے، آپ صحابہ کے حلقہ میں تشریف فرما تھے اور چہرہ سے بھوک کا اثر ظاہر تھا، ابوشعیبؓ نے جا کر اس سے کہا کہ پانچ آدمیوں کا کھانا تیار کرو، کھانا تیار ہو چکا تو آنحضرت ﷺ سے درخواست کی کہ صحابہ کے ساتھ قدم رنجہ فرمائیں، کل پانچ آدمی تھے راہ میں ایک اور شخص ساتھ ہولیا آنحضرت ﷺ نے ابوشعیبؓ سے کہا کہ یہ شخص بے کہے ساتھ ہولیا ہے تم اجازت دو تو یہ بھی ساتھ آئے، ورنہ رخصت کردیا

جائے۔ انہوں نے کہا آپ ان کو بھی ساتھ لائیں۔

عقبہ بن عامرؓ ایک صحابی تھے ایک دفعہ آنحضرت ﷺ پہاڑ کے درّہ میں اونٹ پر سوار جا رہے تھے، یہ بھی ساتھ تھے، آنحضرت ﷺ نے ان سے کہا کہ ''آؤ سوار ہولو'' اس کو گستاخی سمجھا کہ رسول اللہ ﷺ کو پیادہ بنا کر خود سوار ہوں، آنحضرت ﷺ نے دوبارہ کہا کہ اب انکار کرنا امتثالِ امر کے خلاف ہے، آنحضرت ﷺ اتر پڑے اور یہ سوار ہوئے۔

آپ ؐ مجالس صحبت میں لوگوں کی ناگوار باتوں کو برداشت فرماتے اور اس کا اظہار نہ فرماتے، حضرت زینبؓ سے جب نکاح ہوا اور دعوتِ ولیمہ کی تو کچھ لوگ کھانا کھا کر وہیں بیٹھے رہے، اس وقت پردہ کا حکم نازل نہیں ہوا تھا حضرت زینبؓ مجلس میں شریک تھیں آپ چاہتے تھے کہ لوگ اٹھ جائیں لیکن زبان سے کچھ نہیں فرماتے تھے، لوگوں نے کچھ خیال نہ کیا آپ اٹھ کر حضرت عائشہؓ کے حجرہ تک گئے واپس آئے تو اس قدر مجمع موجود تھا کہ آپ پھر واپس چلے گئے اور دوبارہ تشریف لائے پردہ کی آیت اسی موقع پر اتری۔

فرمان رسول ﷺ

حضرت علیؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے فاطمہؓ! اٹھ اور بوقت ذبح اپنی قربانی کے پاس موجود رہ کیونکہ قربانی کا پہلا قطرہ جو زمین پر گرتا ہے اس کے ساتھ ہی تیرے سب گناہ معاف کردئے جائیں گے

جامع العلوم کی خبریں

علم دین کے لئے منتخب ہونے والے طلباء کواللہ کا شکر گذار ہونا چاہئے: مولانا محمد مقصود عمران رشادی

علماء قوم کے قائد ہیں ان کوملکی وبین الاقوامی حالات ومسائل پرنظر ہونا چاہئے

جامع العلوم شعبہ عربی کے بزم جامع العلوم کے افتتاحی اجلاس سے عتیق احمد صاحب کا خطاب

جامع مسجد کے تحت چل رہے تعلیمی ادارے جامع العلوم شعبہ عربی میں آج بروز پیر16 ستمبر2013 کوطلبہ کی اپنی اصلاحی وتربیتی انجمن ''بزم جامع العلوم'' کا افتتاحی اجلاس عمل میں آیا جامع مسجد کے صدر الحاج مقبول احمد کی صدارت میں منعقدہ اجلاس میں مہتمم ادارہ حضرت مولانا محمد مقصود عمران صاحب رشادی نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ انسان جب پیدا ہوتا ہے تو ایک کندہ ناتراش ہوتا ہے اس کوتراش خراش کر اس میں قومی وکمال پیدا کیا جاتا ہے بالکل جیسے ہیرا ہے کہ اس کو اگر تراشا نہ جائے تو بے قیمت ہوتا ہے پھر تراشنے کے بعد وہ بیش قیمت ہوجاتا ہے۔علم دین کے لئے طلبہ کا انتخاب منجانب اللہ ہوتا ہے لہذا علم دین حاصل کرنے والے طلبہ کواللہ کا شکر گذار ہونا چاہئے ،طلبۂ علوم نبوت کا ظاہر و باطن مثالی قابل تقلید ہونا چاہئے ،عوام میں بھی عالم یا

طالب علم کے نام سے ایک رعب واحترام پیدا ہوتا ہے،مجموعی طور پر ایک پاک ظاہر اور پاک باطن کا تصور عالم وطالب علم کے ساتھ لگا ہوتا ہے اس کا لحاظ واحترام طلبہ کے لئے لازم ہے۔مذکورہ زرین خیالات کا اظہار جامع مسجد سٹی کے خطیب وامام اور مہتمم مولانا محمد مقصود عمران رشادی نے فرمایا آپ نے تعارف کے طور پر فرمایا کہ یہاں دنیا سے کٹ جانے کی تعلیم نہیں بلکہ دنیا کو دین کے سانچہ میں ڈھالنے کی ترغیب ہے اس لئے یہاں عالمیت کے ساتھ ساتھ SSLC کے سرکاری امتحانات میں بھی طلبہ کو شریک کیا جاتا ہے،سال بھر امتحان کے لئے تیاری ومحنت کرائی جاتی ہے،اب تک کئی طلبہ دسویں جماعت پاس کر چکے ہیں امسال بھی انشاءاللہ 18 طلبہ امتحان دیں گے۔

ادارہ کے سکریٹری الحاج عتیق احمد صاحب نے طلبہ کونصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ علماء قوم کے قائد ہیں اس لئے علماء کوملکی وملی حالات کے مسائل سے واقفیت ہونا چاہئے ،ساتھ ہی ساتھ جدید مسائل کے حل کی صلاحیت علی الخصوص تبلیغ دین کی مؤثر انداز میں ادائیگی کے لئے مقامی زبان و جدید ٹکنالوجی کے استعمال کے طور طریقوں سے بھی واقفیت ضروری ہے۔

آپ نے مزید فرمایا کہ جامع مسجد کے زیر انتظام چلنے والے جامع العلوم کے جملہ شعبہ جات میں شعبہ عربی حفظ و عالمیت بہت ہی محترم ومؤثر شعبہ ہے ہم اس شعبہ کو پورے اداروں کے لئے قابل تقلید ومثالی بنانا چاہتے ہیں انتظامیہ کی خواہش ہے کہ اس شعبہ کے طلبہ ہر طرح سے لیس ہوکر آنے والے مرحلہ کے لئے سینہ سپر ہوں،منکرین اسلام کو دندان شکن جواب دینے پر قادر ہوں اس کے لئے تقابلی مطالعہ وریسرچ کا

مزاج پیدا ہونا چاہئے۔ ہر ملک ہر بڑی تعلیم گاہ میں ریسرچ پر بہت توجہ اوراس کو بڑی اہمیت حاصل ہے،علماء اپنی قیادت کی عظیم ترین ذمہ داری کا احساس پیدا کریں،امام محض چہارگانہ کا امام نہیں بلکہ وہ جملہ مسائل میں سردارقوم وقائد ہوتا ہے،قومی کاز سے متعلق کوئی بھی مسئلہ ایسا نہ ہو جوعلماء کے لئے اجنبی ہو، پھر آپ نے تقریری میدان میں خوب محنت ومشقت کی ترغیب دیتے ہوئے کہا کہ جواس فن سے واقف ہوتا ہے وہی سب پر حاوی ہوتا ہے۔صدرتی خطاب کے دوران الحاج مقبول احمد صاحب نے فرمایا کہ زبان دانی کی اہمیت ہر دور میں رہی ہے اب کا زمانہ یہ ہے کہ وقت کے گذرتے گذرتے زبان دانی علی الخصوص علاقائی زبانوں سے واقفیت کی اہمیت بڑھتی جارہی ہے اس لئے علماء کوعلاقائی زبانوں سے محض واقفیت ہی نہیں بلکہ عبور ہونا چاہئے قریب میں شاہ بانوکیس کا جب مسئلہ پیدا ہواتو اکثر اہل علم غیر مسلموں کی زبان سے واقفیت نہیں اور جوزبان سے واقف ہیں وہ دلائل سے واقف نہیں لہذا اہل علم جودلائل سے واقف ہیں وہ اگرزبان سے بھی واقفیت رکھیں گےتو سارے مسئلہ حل ہوجائیں گے۔

ناظم اجلاس مولانا ضمیر احمد رشادی استاذ جامع العلوم نے اپنی استقبالیہ تقریر میں بزم جامع العلوم کے اغراض ومقاصد پر روشنی ڈالی طلبہ کواس بزم سے مکمل استفادہ کرنے کی تاکید کی اس اجلاس میں سال گذشتہ کے کامیاب طلبہ میں انعامات بھی تقسیم کئے گئے۔

اجلاس مذکور کا آغاز طالب علم محمد مبشر کی قرأت سے ہوا ندیم اللہ نے بارگاہ رسالت میں ہدیہ نعت پیش کی شیخ نعیم الدین طالب علم نے علم کی واقفیت پر بصیرت افروز تقریر

کی،اخیر میں مولانا محمد مقصود عمران صاحب رشادی کی مستجاب دعا پر جلسہ اختتام کو پہنچا اس اجلاس میں اساتذہ طلبہ کے علاوہ ذمہ داران سب شریک رہے جس میں جامع مسجد کے نائب سکریٹری سیدنورالامین انور،خازن محمد اطیع اللہ خان،انٹرنل آڈیٹر عبدالغفور صاحب،ٹرسٹی نویداحمد صاحب قابل ذکر ہیں۔

جوڑے جہیز کا مطالبہ اس ترقی یافتہ دور کی اخلاقی پسماندگی ہے

اجتماعی نکاح کی محفل سے مولانا محمد مقصود عمران رشادی کا خطاب!

جامع مسجد ومسلم چارٹیبل فنڈ ٹرسٹ کے زیراہتمام پچھلے کئی سالوں سے جاری غریب لوگوں کی اجتماعی نکاح کے سلسلہ کو جاری رکھتے ہوئے آج رمضان المبارک کے مختصر تعطل کے بعد بروز جمعہ بعد جمعہ بتاریخ 30 / اگست/2013ء کو 10 غریب جوڑوں کی اجتماعی شادیوں کا نظم کیا گیا بعد نماز جمعہ جامع مسجد ہی میں منعقد ہونے والی محفل نکاح کو خطاب کرتے ہوئے جامع مسجد سٹی کے خطیب وامام مولانا محمد مقصود عمران رشادی نے فرمایا کہ آج کا دور ترقیوں کا دور ہے اس ترقی یافتہ دور میں جہاں ہر طرف دولت کی ریل پیل ہے اس کے باوجود بعض حریص و لالچ طبیعت نوجوان لڑکی والوں سے جوڑے جہیز کا مطالبہ کرتے ہیں اپنی لمبی لمبی فرمائشیں بھیجتے ہیں یہ دراصل اس ترقی یافتہ دور کی اخلاقی پسماندگی ہے۔

ہمارے نوجوانوں کو معلوم ہونا چاہئے کہ شریعت نے بیوی بچوں کی مکمل کفالت کی ذمہ داری اور نان ونفقہ شوہر کے ذمہ رکھا ہے کہیں بھی یہ بات نہیں پائی جاتی کہ شوہر

سسرال والوں سے پیسہ لیکران کی پرورش کرے اور جن میں یہ استطاعت نہیں پائی جاتی شریعت ان کو کہتی ہے کہ تم بجائے شادی کرنے کے روزہ رکھ کر اپنی ایمان وعفت کی حفاظت کرو آپ نے پرسوز انداز میں نوجوانوں کو علی الخصوص دولہاؤں کو آواز دی کہ اے نوجوانو! اللہ پر بھروسہ رکھو! نیک نیت اور اخلاص پیدا کرو اور خوب محنت ومشقت کرو جو بھی تم کماؤ گے اس میں اللہ برکت دے گا بشرطیکہ حرام سے بچو۔ اگر یہ چھوڑ کر سسرال والوں کے پیسوں پر نظر رکھو گے تو اس سے برکت حاصل نہیں ہوگی اور جو مال بغیر برکت کے مل جائے تو وہ بجائے رحمت بننے کے زحمت بنے گا اس فلسفہ کو سمجھو۔ اور خطبۂ نکاح میں پڑھی جانے والی آیات کی مکمل تشریح کرتے ہوئے عاقدین کو اپنی نیک تمناؤں اور دعاؤں سے نوازا اور ان کو حسن معاشرت اختیار کرنے کی وصیت کی۔ آج چھ جوڑوں کی نکاح الحاج ہیچ .ایوب خان صاحب ٹولس مرچنٹ ایس کے آر مارکیٹ ،اور چار نکاح الحاج سلیم شریف صاحب مالک ایس کے بلڈرس بنگلور نے اپنے صرف خاص سے فرمایا۔

اس محفل کی صدارت جامع مسجد کے صدر الحاج مقبول احمد صاحب نے فرمائی ، جس میں ٹرسٹیان جامع مسجد، مصلیان کرام کثیر تعداد میں شریک رہے، سکریٹری جامع مسجد ومسلم چارٹیبل فنڈ ٹرسٹ الحاج عتیق احمد صاحب ، نائب سکریٹری الحاج سید نور الامین انور صاحب ، خازن الحاج عطی اللہ صاحب عالیجناب سید احمد صاحب ٹرسٹی جامع مسجد ، عالی جناب محمد اشفاق صاحب عرف تایا عالیجناب اللہ بخش صاحب ٹرسٹی قابل ذکر ہیں۔ جامع مسجد سٹی کے امام وخطیب مولانا محمد مقصود عمران صاحب رشادی ،

کی مستجاب دعاؤں کے ساتھ یہ پرنور محفل بحسن وخوبی اختتام کو پہنچی۔

واضح رہے کہ جامع مسجد میں اجتماعی شادیوں کا یہ سلسلہ پچھلے کئی سالوں سے الحمدللہ بلا کسی رکاوٹ کے مسلسل چل رہا ہے جس میں اب تک 450 سے زائد غرباء کی شادیاں عمل میں آچکی ہیں اس اجتماعی شادیوں کی محفل میں عاقدین کو تیس ہزار روپیہ کی ضروریات زندگی کپڑے بستر فرنیچر زیور اور ضروری اشیاء مسجد کی جانب سے دئے جاتے ہیں۔ جس کے لئے جامع مسجد بیت المال کی ایک علیحدہ مستقل مد بھی قائم ہے اور یہ تمام اخراجات مصلیان جامع مسجد اور اہل خیر حضرات کے گرانقدر عطیہ جات سے پورے کئے جاتے ہیں۔

خوشحال زندگی کے لئے میاں بیوی کے باہمی حقوق کا لحاظ کرنا ضروری: مولانا محمد مقصود عمران رشادی

نکاح انسان کی فطری ضروریات کی تکمیل میں سے ایک اہم کڑی ہے انسان دنیا میں تنہا نہیں رہ سکتا اسے تعلقات کی ضرورت ہے رشتہ ناتوں کی ضرورت ہے نکاح کے ذریعہ سے جو رشتہ قائم ہوتا ہے وہ سب سے زیادہ محبت والا ہوتا ہے اسی لئے اس رشتہ کو شریک حیات رفیق زندگی وغیرہ نام دیا جاتا ہے تو معلوم ہوا کہ اس آدمی کو اس رشتہ کی سب سے زیادہ پاسداری کا لحاظ ہونا چاہئے ، نبی پاک ﷺ کے ارشادات کی روشنی میں یہ بات ثابت ہے کہ ازدواج یعنی میاں بیوی کے باہمی رشتے میں دونوں جانب ایک دوسرے پر حقوق واجب ہیں ان حقوق کی رعایت رکھی جائے تو گھر جنت کا نمونہ بن سکتا ہے

خدانخواستہ ان حقوق کی ادائیگی سے پہلوتہی کی جائے تو باہمی رشتہ رحمت وراحت کے بجائے زحمت ومصیبت بن سکتا ہے شریعت اسلامی کا کمال یہ ہے کہ احکام کو کسی سے صرف جبراً نہیں منوایا جاتا بلکہ ان کی ادائیگی پر فضائل ومناقب بیان کئے جاتے ہیں ان حقوق کی ادائیگی پر اللہ تعالیٰ کے یہاں اجر ملنے والا ہے۔ دنیوی فائدے جس کے مشاہدے تو ہوتے رہتے ہیں اخروی فائدہ یہ ہے کہ اللہ کی طرف سے جنت اور اس کی نعمتوں کی صورت میں مل سکتا ہے، شریعت نے عائلی احکام پر اتنا زور دیا ہے کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا تم میں بہتر آدمی وہ ہے جو اپنے گھروالوں سے سلوک اچھا کرتا ہو اور میں تم سب میں اپنے گھروالوں کے لئے سب سے بہتر ہوں ان خیالات کا اظہار جامع مسجد سٹی کے زیر اہتمام ماہ اکٹوبر کی پہلی جمعہ کو ماہانہ اجتماعی شادیوں کے موقع پر کے مسجد ہذا کے امام وخطیب مولانا محمد مقصود عمران صاحب رشادی نے فرمایا۔ نیز آپ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی بات نقل کرتے ہوئے بتایا کہ میں اپنے آپ کو بیوی کے لئے آراستہ کرتا ہوں جیسے کہ وہ میرے لئے اپنے آپ کو آراستہ کرتی ہے اس سے صفائی ستھرائی کا حق وصول کروں اور میں اپنے میں کوتاہی کروں اس لئے کہ جب رسول اللہ ﷺ سے بیوی کے حق کے بارے میں سوال کیا گیا تو فرمایا اسے کھلائے جب تو کھلائے اسے پہنائے جب تو پہنے اس کے چہرے پر نہ مارو اسے برا بھلا نہ کہو یعنی اس میں عیب نہ نکالو اگر تنبیہ کرنا ہی ہے تو خود گھر ہی میں الگ کرے۔ لہذا شوہر یہ بات جان لیں کہ سسرال میں بیوی جو کھاتی ہے وہ اس کا حق ہے جو کچھ پہنتی ہے یہ اس کا حق ہے اس پر کوئی احسان نہیں ہے کوئی مؤمن اپنی مؤمنہ سے نفرت نہ کرے ایک عادت پسند نہیں تو ممکن ہے دوسری عادت پسند آجائے گی اس لئے شہد کی مکھی اچھائی تلاش کرتی ہے تو کیچڑ میں بھی کنول ہی پر بیٹھتی ہے عام مکھی گندگی تلاش کرتی ہے اس لئے باغ میں بھی

غلاظت ہی پر بیٹھتی ہے اس اصول کے تحت بیوی میں اچھائی تلاش کروگے تو یقیناً مل ہی جائے گی نفرت محبت میں بدل جائے گی یہ اللہ اور اس کے رسول کا حکم ہے، عمل کر کے دیکھو انشاء اللہ تعالیٰ حالات سدھر جائیں گے۔ نبی ﷺ نے فرمایا عورتوں کے معاملہ میں اللہ سے ڈرو تم نے انہیں اللہ کے نام کے ذریعہ حاصل کیا ہے ان پر تمہارا حق یہ ہے کہ تمہارے گھر میں ان لوگوں کو نہ آنے دیں جن کو تم ناپسند کرتے ہو، تم پر ان کا حق یہ ہے کہ تم ان کے نان ونفقہ اور کپڑے کی دستور کے موافق ذمہ داری پوری کرو۔

آج کے ان آٹھ نکاحوں کا انتظام میں سے چار نکاح ایوب خان آئرن مرچنٹ موتی نگر اور جے شفیع اللہ ٹرسٹی جامع مسجد نے اپنی بیٹی کے نکاح ہونے کی وجہ سے دو نکاحوں کا اور سلیم شریف بلڈر نے ایک نکاح کا اور محمد آصف پاور فرنیچر لیس جے پی روڈ نے ایک نکاح کا انتظام کیا۔

مولانا کی مستجاب دعاؤں کے ساتھ اجلاس اختتام کو پہنچا اجلاس مذکورہ کی صدارت الحاج مقبول احمد صاحب صدر جامع مسجد سٹی نے فرمائی جس میں مصلیان جامع مسجد کثیر تعداد میں شریک رہے جن میں جامع مسجد کے سکریٹری الحاج عتیق احمد صاحب، الحاج سید نورالامین انور صاحب نائب سکریٹری جامع مسجد اور عطیع اللہ خان صاحب، ٹرسٹی نوید احمد صاحب سید احمد ٹرسٹی محمد اشفاق عرف تایا محمد افسر ٹرسٹی عبدالعظیم ٹرسٹی وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

چرم قربانی کا مصرف

قربانی کی کھال سے مشکیزہ وغیرہ بنا کر خود کے کسی کام میں استعمال کرنا بھی درست ہے یا یہ ہے کہ کسی کو ہدیۃ دیدے تو بھی درست ہوگا لیکن چرم قربانی کو فرخت کر دیا تو اس کے پیسے اپنی ذات کے لئے صرف کرنا درست نہ ہوگا نہ کسی مالدار، یعنی صاحب نصاب چاہئے اپنے رشتہ دار ہی کو دے سکتا ہے فروخت کرنے کی صورت میں مکمل رقم غریب کے لئے صدقہ کرنا واجب ہوگا قربانی کی کھال کے پیسے مسجد کی تعمیر یا مسجد کی توسیع یا مسجد کی مرمت کے لئے دینا درست نہ ہوگا بلکہ کسی غریب کو اس رقم کا مالک بنا دینا ضروری ہے قربانی کی کھال یا اس کی رقم سے کسی ادارے کی کتابوں کی اشاعت یا شفاخانہ کی تعمیر یا خادموں کی تنخواہ میں استعمال کرنا شرعاً درست نہ ہوگا، بہت سارے ادارے والے اس کی طرف توجہ نہیں دیتے بلکہ چرم قربانی سے حاصل ہوئی رقم کو غلط مصرف میں استعمال کر جاتے ہیں جیسے کہ مدرسے کی عمارت بنانے میں یا اساتذہ کرام کی تنخواہ دینے میں وغیرہ جس سے دینے والے کا مصرف بالکل بدل جائے گا اور وہ ثواب سے محروم رہ جائیگا ہم دینے والے احباب سے گذارش کرتے ہیں کہ آپ کی آسانی کی خاطر آپ کے پاس آئے ان کے حوالے کر کے خاموش نہ رہ جاے بلکہ آپ نے قربانی دی ہے تو صحیح مصرف تک پہنچانے میں اپنے وقت کو اپنی محنت کو قربان کریں کیونکہ آپ چاہتے ہیں کہ آپ کو اس کے ذریعہ ثواب ملے اور یہ قربانی قیامت کے دن آپ کی سواری بنے تو کما حقہ اس سے صحیح طریقہ سے ادا کرنے کی بھرپور کوشش کریں تغافل تساہل بالکل نہ برتیں ائمہ کرام بھی اپنے خطابات میں اس کی طرف خصوصی توجہ دیتے ہوئے لوگوں تک صحیح مسئلہ کو پہنچائیں تا کہ ہمارے مسلمان بھائیوں کو قربانی میں کمی پیشی نہ ہو اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔

طریقه ودعائے قربانی

پہلے جانور کو قبلہ رو لٹائے، پھر یہ دعا پڑھئے!

اِنّیِ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالاَرْضَ حَنِیْفاً وَّمَااَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ اِنَّ صَلٰوتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ لَا شَرِیْکَ لَهٗ وَبِذَالِکَ اُمِرْتُ وَاَنَامِنَ الْمُسْلِمِیْنَ اَللّٰھُمَّ مِنْکَ وَلَکَ اس کے بعد بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَکْبَرُ کہہ کر ذبح کیجئے.

ذبح کے بعد یہ دعا پڑھئے، اَللّٰھُمَّ تَقَبَّلْ مِنِّیْ کَمَا تَقَبَّلْتَ مِنْ حَبِیْبِکَ مُحَمَّدٍ وَّخَلِیْلِکَ اِبْرَاهِیْمَ عَلَیْهِمَا الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ۔ اگر دوسروں کی طرف سے قربانی کی جائے تو مِنِّیْ کے بجائے مِنْ کے بعد صاحبِ قربانی کا نام لیجئے۔